افکارِ اقبال



خواجہ اعجاز احمد بٹ

افکارِ اقبال

خواجہ اعجاز احمد بٹ

بُک کارنر
جہلم۔ پاکستان

Afkar-e-Iqbal
by Kh. Ijaz Ahmed Butt
Jhelum: Book Corner. 2015
136p.
1. Urdu Literature - Iqbaliat

اشاعت	:	9 نومبر 2015ء
نام کتاب	:	افکارِ اقبال
مصنف	:	خواجہ اعجاز احمد بٹ
کمپوزنگ	:	اخلاق احمد
سرورق	:	ابو امامہ
مطبع	:	زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور

ناشر:
گگن شاہد، امر شاہد
بک کارنر
پرنٹرز، پبلشرز اینڈ بک سیلرز،
جہلم، پاکستان

Publisher:
Gagan Shahid & Amar Shahid
Book Corner
Printers, Publishers & Booksellers
Jhelum. Pakistan.
Phone # 0544-614977 / 0544-621953
Cell # 0323-5777931 / 0321-5440882
Email: bookcornershowroom@gmail.com

www.bookcorner.com.pk

Join Us On facebook

www.facebook.com/bookcornershowroom

برائے رابطہ

بزم اقبال، اقبال منزل (اقبال کی جائے پیدائش)،
اقبال روڈ، نزد دو دروازہ، سیالکوٹ، سیکرٹری شمیم خاں لودھی

کرن

عالیہ

ڈاکٹر بینش

انجینئر عمر اعجاز

کے نام

اظہارِ تشکر

افکارِ اقبال کی ترتیب میں ان اصحاب نے رہنمائی اور تعاون کیا میں ان کا مشکور ہوں۔ ارشد لطیف بٹ، ریاض حسین نقوی، اسلم آزاد، پروفیسر لیلیٰ شیرازی، شیر علی مراد (ریٹائرڈ ڈپٹی سیکرٹری)، پروفیسر عبدالعظیم جانباز، شمیم خاں لودھی، ڈاکٹر انوار احمد، ڈاکٹر اصغر یعقوب، خاور میر (میر یوسف والے)، پروفیسر صفدر صندل، شیرون کمار، اسد اعجاز، شیخ زاہد حمید، ڈاکٹر شاہد رضا، فاروق مائر، پروفیسر احمد خان برکی۔

فہرست

اِقبالیات پر ہماری خوبصورت اور معیاری کتابیں

٭ کلیاتِ اقبال	علامہ محمد اقبال
٭ شرح شکوہ جواب شکوہ	فرہنگ وشرح: حافظ حامد محمود
٭ شرح جاوید نامہ (اصل فارسی متن مع سلیس اُردو ترجمہ)	ترجمہ وفرہنگ: پروفیسر وقاص شریف
٭ شرح اسرار ورموز (اصل فارسی متن مع سلیس اُردو ترجمہ)	ترجمہ وفرہنگ: پروفیسر سیّد امیر کھوکھر
٭ فلسفۂ عجم	علامہ محمد اقبال/مترجم: میر حسن الدین بی اے
٭ خطباتِ اقبال	علامہ محمد اقبال/ترجمہ وتلخیص: ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم
٭ ذکرِ اقبال	مولانا عبدالمجید سالک
٭ فکرِ اقبال	ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم
٭ شعرِ اقبال (سیاسی اور تہذیبی مطالعہ)	فردوس جہاں
٭ حافظ اور اقبال (حافظ شیرازیؒ اور علامہ اقبالؒ میں مماثلت)	ڈاکٹر یوسف حسین خان
٭ اقبال کا نظریۂ خودی	پروفیسر عبدالمغنی
٭ اقبال اور مغربی مفکرین	جگن ناتھ آزاد
٭ تذکرۂ اقبال (نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ)	پروفیسر سعید راشد علیگ
٭ مکالماتِ اقبال (اقبال کی زندگی کے سنہرے واقعات)	پروفیسر سعید راشد علیگ
٭ تقاریرِ اقبال (فکرِ اقبال کے اہم موضوعات پر تقریریں)	ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم
٭ خورشیدِ اقبال (اقبالیات کا انسائیکلوپیڈیا)	ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم
٭ ڈاکٹر وزیر آغا بطور اقبال شناس	ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم
٭ ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس	ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم

بک کارنر
جہلم۔ پاکستان

حرفِ اوّل

علامہ اقبال رحمۃ اللہ ایک عظیم مفکر، شاعر، سماجی نقاد، ماہرِ تعلیم اور عالمِ اسلام کے عظیم فلاسفر تھے۔ ان کی مختلف جہات کچھ لکھا چکا ہے۔ اگرچہ اُن کی نثری تخلیقات کی تعداد کچھ زیادہ نہیں۔ ان کی نثر کی بیشتر حصہ۔ مقالات مکتوبات، تقاریر اور ایک نئی ڈائری Stray Reflections پر مشتمل ہے۔ ان کی شاعری اور فلسفہ کو سمجھنے کے لیے نقادانِ اقبال نے جائزہ سے زیادہ تشریحات پر زور دیا ہے اور کس حد تک اس میں کامیاب بھی رہے ہیں۔ مگر ان کے فلسفے سمجھنے کے لیے اقبالیات کے عام قاری کو نقادوں کی فلسفیانہ موشکافیاں سمجھ میں نہیں آتیں۔

نثر اقبال رحمۃ اللہ ان کے لیے کی تشریحات کا احاطہ کرتی ہے۔ ان کے اقوال تقاریر، خطوط میں جستہ جستہ ان کا ذکر ملتا ہے۔ ان کو مختلف موضوعات میں تقسیم کر کے باضابطہ اور جامع انداز میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ مگر پھر بھی یہ ذکر تشنہ رہتا ہے۔ اقبال رحمۃ اللہ کا نثری سرمایہ، علم الاقتصاد، مقالاتِ اقبال رحمۃ اللہ، اقبال نامہ (خطوط) حصہ اوّل، حصہ دوم، مکتوبات اقبال بنام نذیر نیازی، مکاتیب اقبال بنام گرامی، انوارِ اقبال رحمۃ اللہ، مکاتیبِ اقبال رحمۃ اللہ بنام خان نیاز الدین خان، گفتار اقبال رحمۃ اللہ، نوادر اقبال رحمۃ اللہ،

افکارِ پریشان پر مشتمل ہے۔ مختلف ادوار میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ کے ارشادات مختلف کُتب اور رسائل میں شائع ہوئے اور ان کو موضوعات کے اعتبار سے ترتیب بھی دیا گیا گیا۔ مگر پھر بھی فلسفۂ اقبال رحمۃ اللہ وضاحت طلب ہی رہا۔ مَیں نے مختلف اخبارات (جن میں زمیندار اور محمد دین فوقؔ کے رسائل شامل ہیں) مرے کالج میگزین تقاریر، مقالات اور خطوط کو کنگال کر، اقبال کو دریافت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔ یہ قارئین، نقاد اور عاشقانِ اقبال رحمۃ اللہ کی رائے سے ہی معلوم ہو گا۔

آخر میں ادارہ بک کارنر جہلم کے رُوحِ رواں جناب گگن شاہد اور امر شاہد کا انتہائی ممنون ہوں کہ جن کی توجہ سے اس کتاب کا نیا اور دیدہ زیب ایڈیشن آپ تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔

پروفیسر خواجہ اعجاز احمد بٹ

پروفیسرز لاج

ملّا کمال

شہرِ اقبال فیض سیالکوٹ

باب اوّل

خدا، اسلام، مسلمان اور عالمِ اسلام

خدا، اسلام، مسلمان اور عالمِ اسلام

اقبال کی شاعری میں جو پیغام پوشیدہ ہے۔ اسے عام کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ اسلام کا احیاء چاہتے ہیں اور ان کے خیال میں غیر اسلامی رسومات، روایات اور خیالات کو اسلامی دھارے میں چھپایا جا رہا ہے۔ اسے ختم کر دیا جائے تو اسلام کی عظمت رفتہ واپس جا سکتی ہے۔ وہ نہ صرف متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت کو بہتر بنانے اور اسلامی تصوف کے احیاء کے قائل ہیں، بلکہ عالمِ اسلام کی حالت پر ان کا دل دکھی ہے۔ وہ اسلام کی انفرادیت اور برتری کے داعی ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

''دنیا کا مذہب جماعتی اور تحفظ میں مصروف رہا صرف اسلام نے ساری کائنات اور انسانیت کے مفاد پر نظر ڈالی۔''

مرتب

1۔ اسلام کے لیے تڑپ

باوجود بہت سی مخالف قوتوں کے جو ہندوستان میں مذہب کے خلاف (اور بالخصوص اسلام کے خلاف) اس وقت عمل کر رہی ہیں مسلمان نوجوانوں کے دل میں اسلام کے لیے تڑپ ہے لیکن افسوس کوئی آدمی ہم میں نہیں جس کی زندگی قلوب پر موثر ہو۔

2۔ ایرانی تاثرات

ہندوستان کے مسلمان کئی صدیوں سے ایرانی تاثرات کے زیر اثر ہیں ان کو عربی اسلام سے اور اس کے نصب العین اور غرض و غائت سے آشنائی نہیں۔ ان کے لٹریری آئیڈیل بھی ایرانی ہیں اور سوشل نصب العین بھی ایرانی ہیں۔

3۔ الہام

بروئے قرآن وحی و الہام کسی خاص قوم یا ملک یا نسل سے مختص نہیں ہے۔ الہام تمام زندہ ہستیوں کا مشترکہ سرمایہ ہے۔ شہد کی مکھی بھی اس نعمت سے سرفراز ہوسکتی ہے اور سائنسدان بھی الہام کے محتاج ہے۔ دنیا میں جس قدر عظیم ایجادات ہوئی ہیں وہ سب الہام کی بدولت ہوئی ہیں نہ کہ ریسرچ کی بدولت۔ نیز انسان اپنی زندگی کے اکثر معاملات Inspiration الہام ہی کے تحت طے کرتا ہے۔

4۔ مسئلہ تجسیم

دیگر مذاہب نے خدا کو اتنا پست کیا ہے کہ وہ انسان کی سطح پر آ گیا ہے لیکن اسلام نے انسان کو اتنا بلند کیا کہ مظہر صفات بن گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا اگر بشکل انسان جلوہ گر ہو تو وہ خدائی صفات سے معریٰ ہو جائے گا اس لیے ہم اسے خدا نہیں کہہ سکتے۔

5۔ مسلمانوں کی حالت

مجھے مسلمانوں کی حالت پر رونا آتا ہے۔ ان میں غیرت کا مادہ بہت کم رہ گیا ہے۔ اسی لیے انہیں اب اتنی تمیز بھی نہیں ہے کہ جس کی وہ خوشامد کرتے ہیں اس سے انہیں کچھ فائدہ بھی حاصل ہو گا یا نہیں۔ جس شخص کو صاحب اقتدار دیکھتے ہیں اس کی خوشامد کرنے لگتے ہیں اور یہ مسئلہ کہ جسے وہ فائدہ سمجھتے ہیں دراصل اس کی قیمت (Value) کیا ہے۔ اس قدر اونچا ہے کہ اس تک ان کے ذہنوں کی رسائی بھی نہیں ہو سکتی۔

6۔ خدا اور انسان

حقیقی معنی میں صرف خدا ہی موجود ہے۔ انسان موجود ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔

چو موج می تپد آدم بجستجوئے وجود
ہنوز تا ہمکر درمیانۂ عدم است

(زبور عجم)

"God is in effort as seen through man."

خدا کے سوا اور کوئی شے معنی حقیقی میں شامل نہیں۔

اس بات کی تائید نہ فلسفے سے ہو سکتی ہے نہ الٰہیات سے کہ خدا وہاں ہے اور انسان یہاں مطلب یہ ہے کہ خدا اور انسان مدمقابل ہستیاں نہیں ہیں۔

7۔ مذہب کی بنیاد

مذہب کی بنیاد عقل پر نہیں بلکہ باطنی تجربے پر ہے لیکن جب کوئی یہ شخص اپنے تجربے کو دوسروں کو سمجھانا چاہتا ہے تو وہ عقل سے کام لے سکتا ہے یعنی ہم عقل کی مدد سے اپنے تجربے کو دوسروں کے لیے قریب الفہم بنا سکتے ہیں۔ مذہب کی غائت ''حضور'' ہے اور یہ کیفیت شعور کی گرفت میں نہیں آ سکتی۔ انسان اس کیفیت کو بذریعہ الفاظ بیان نہیں کر سکتا۔

8۔ اسلام کا مقصود

اسلام نے ہر معاملے میں ایک فطری اور طبعی روش اختیار کی، اس لیے کہ اسلام کا مقصود ہے فرد اور جماعت کی تربیت اور بہم وجود اور مسلسل نشوونما۔

9۔ اسلامی طرزِ زندگی

ہمیں اسلامی طرزِ زندگی اختیار کرنا چاہیے۔ اسلام کی نظر فرد کے ذاتی شرف پر ہے، حسب ونسب پر نہیں۔

10۔قرآن کا مطالعہ

اب زمانہ قرآن کے مطالعہ کا ہے۔ مسلمانوں نے قرآن کا مطالعہ کیا تو خود ہی سمجھ لیں گے۔ ان کی اصلاح کی کیا صورت ہے اور انہیں اپنی زندگی میں کس نہج پر قدم اٹھانا چاہیے۔

11۔اسلام کی بدولت

دنیا کی کوئی قوم اپنا اصولِ قومیت چھوڑ کر زندہ نہیں رہ سکتی۔ موت تب ہی وارد ہوتی ہے جب قومیں اپنے اصولِ زندگی سے متنفر ہو جائیں۔ عالم اسلام، اسلام کی بدولت وجود میں آیا۔ اس کی ہستی اسلام سے وابستہ ہے اور اسلام ہی کی بدولت اس میں پھر زندگی پیدا ہوگی۔

12۔زیارت کریم

حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت مبارک ہو۔ اس زمانے میں یہ بڑی سعادت کی بات ہے دوسری رویا کا بھی مفہوم ہے۔ قرآن کثرت سے پڑھنا چاہیے تاکہ قلب محمدی ﷺ سے نسبت پیدا کرے۔ اس نسبت محمدی ﷺ کی تولید کے لیے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے معنی بھی آتے ہوں۔ خلوص و محبت کے ساتھ محض قرأت کافی ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ ان کی صحبت سے اس طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہوا کرتے تھے۔ اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا بھی اکثر دماغوں کو ناگوار ہوگا اس واسطے خاموش رہتا ہوں۔

13۔ اسلام کی طاقت

میرا ایمان ہے کہ اسلام کا مستقبل اہل عرب کی ذات سے وابستہ ہے اور دین کا مستقبل ان کے باہمی اتحاد سے موقوف ہے۔ ان کے لیے مقدر ہو چکا ہے کہ عظیم الشان طاقت بن جائیں۔ اسلام کے سوا کوئی طاقت اس اتحاد اور مادیت کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو یورپ سے نشر و اشاعت حاصل کر رہا ہے۔

14۔ اسلام کی عالمگیر سلطنت

سپین اسلام ازم سے اسلام کی عالمگیر سلطنت بہت مختلف ہے۔ اسلام ایک عالمگیر سلطنت کا یقینا منتظر ہے۔ جو نسلی امتیازات سے بالاتر ہو گی اور جس میں شخص اور مطلق العنان بادشاہوں اور سرمایہ داروں کی کوئی گنجائش نہیں ہو گی۔ دنیا کا تجربہ خود ایسی سلطنت پیدا کر دے گا۔ غیر مسلموں کی نگاہ میں شاید یہ خواب لیکن مسلمانوں کا یہ ایمان ہے۔

15۔ ہمارے فقہا

تقریباً تمام اسلامی ملکوں میں اس وقت مسلمان یا تو اپنی آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں یا قوانین اسلامیہ پر غور کر رہے ہیں۔ (ایران اور افغانستان کے سوا) لیکن زمانہ حال کے فقہا یا تو زمانے کے میلان طبیعت سے بالکل بے خبر ہیں یا قدامت پرستی میں مبتلا ہیں۔

16۔ وحدت اسلامی

سیاسی نقطہ نظر سے وحدت اسلامی اس وقت متزلزل ہوتی ہے۔ جب اسلامی ریاستیں ایک دوسرے سے جنگ کرتی ہیں اور مذہبی نقطہ نظر سے اس وقت مسلمان بنیادی عقائد اور ارکانِ شریعت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں اس ابدی وحدت کی خاطر اسلام اپنے دائرے میں کسی باغی جماعت کو روا نہیں رکھتا۔

17۔احساس علم

عہد حاضرہ کے تمام مسلمان تاریخ اسلام سے بالکل بے بہرہ ہیں۔

18۔مما لک اسلامیہ

میرے دل میں مما لک اسلامیہ کے موجودہ حالات کو دیکھ کر بے انتہا اضطراب پیدا ہوتا ہے۔مبادا مسلمانوں کی موجودہ نسل گھبرا کر کوئی یہ دوسری راہ اختیار کرے۔

19۔موقع

دنیا میں اسلام ایسا مذہب ہے جس نے Symbolization کو مٹانے کی کوشش کی اگر چہ وہ کوشش کچھ زیادہ کامیاب نہ ہوئی اس سے اسلام کو بھی ابھی تک پورا موقع نہیں ملا۔

20۔صرف اسلام

تمام مذاہب میں سے صرف اسلام ایسا مذہب ہے جس نے حقائق حیات پر بحیثیت حقائق غور کیا اور ان کے مقابلے کی جرات کی باقی تمام مذاہب اس خصوصیت سے معرا ہیں قرآن علم اور حدیث کا گر یہ ہے کہ اس میں حیات کے حقائق کو حقائق سمجھ کر ان سے عہدہ براء ہونے کا طریقے پیش کیے گئے۔گویا زندگی کو As such سمجھا گیا۔

21۔اسلام اور کائنات

دنیا کا ہر مذہب جماعتی تحفظ میں مصروف رہا۔صرف اسلام نے ساری کائنات اور انسانیت کے مفاد پر نظر ڈالی۔

22۔اسلام اور یونانی فلسفہ

اسلام دنیا کے لئے بالکل نیا آوٹ لک لے کر آیا ہے مسلمانوں کے یونانی فلسفہ پڑھنے سے اسلام کو اس قدر نقصان پہنچا کہ تاتاریوں کے حملوں نے نہیں پہنچایا۔ اسلام کا آوٹ لک پس پشت ڈال دیا گیا وہ نشوارتقانہ پا سکا۔

23۔اہم فرض

اس وقت مسلمانوں کا سب سے اہم فرض جہالت اور اقتصادی پستی کے خلاف جہاد کرنا ہے۔

24۔شریعت

اسلام نفس انسانی اور اس کی مرکزی قوتوں کو فنا نہیں کرتا بلکہ ان کے عمل لے لئے حدود متعین کرتا ہے۔ان حدود کے متعین کرنے کا نام اصطلاح اسلام میں شریعت یا قانون الہی ہے۔

25۔کسوٹی

اسلام اس وقت زمانے کی کسوٹی پر پرکھا جا رہا ہے۔اور شاید تاریخ اسلام میں ایسا وقت اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔

26۔مجدد

جو شخص قرآنی نقطہ نگاہ سے زمانہ حال کے جورس پروڈنس پر ایک تنقیدی نگاڈال کر اس احکام قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرے گا۔وہی اسلام کا مجدد ہوگا۔اور بنی نوع انسانی کا سب سے بڑا خادم بھی ہوہی شخص ہوگا۔

27۔مسلمانوں کی زندگی

مسلمانوں کی زندگی پر صوفیاء اکرام نے بہت اثر ڈالا ہے۔تمام ایسے اوصاف جو اخلاقی پہلو سے انسانیت کا خاصہ ہیں محض ان ہی بزرگوں کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے۔انہوں نے انسانوں کو انسان، پھر مسلمانوں کو مسلمان بنادیا۔

28۔روح اور مادہ

اسلام وحدت انسانی کو روح اور مادہ کے دو الگ تھلگ شقوں میں تقسیم نہیں کرتا اسلام میں خدا اور کائنات اور اور مادہ مذہب اور سیاست ناخن اور گوشت کا سا باہمی تعلق ہے

29۔مقصد مذہب

مذہب کا مقصود عمل ہے کہ انسان کے عقلی اور دماغی تقاضوں کو پورا کرنا۔

30۔میرا مذہب

میرا مذہب یہ ہے کہ اسلام نے دین و دنیا کے فرائض کو یکجا کیا ہے۔

31۔ مسلمان

مسلمان ایک ایسا پتھر ہے کہ جس پر گرتا ہے اسے پاش پاش کر دیتا ہے۔ اور جو اس پر گرتا ہے پاش پاش ہو جاتا ہے۔

32۔ صلواۃ با جماعت

اسلام میں صلواۃ با جماعت حصول معرفت کا سر چشمہ نہیں اس کی قدر و قیمت اس سے زیادہ ہے۔ صلواۃ اجتماعی سے اس تمنا کا اظہار بھی مقصود ہے کہ ہم ان سب امتیازات کو مٹاتے ہوئے جو انسان کے درمیان قائم ہیں اپنی اس وحدت کے ترجمان ہیں جو گویا ہماری خلقت میں داخل ہے اس طرح کریں کہ ہماری عملی زندگی میں اس کا اظہار واقعی ایک صفت کے طور پر ہونے لگے۔

33۔ کائنات اور انسان

کائنات میں جو کچھ ہے وہ خدا کا ہے۔ اور خطرے کی بظاہر تباہ کن طاقتیں زندگی کا ماخذ بن جاتی ہیں اگر خاص طور پر انسان ان پر قابو پالے جسے (انسان کو) ان طاقتوں کے ادراک اور ان پر غلبہ پانے کی ودیعت کی گئی ہے۔

34۔ علومِ اسلامیہ

اسلامی ملکوں میں عوام اور تعلیم یافتہ لوگ علوم اسلامیہ سے بے خبر ہیں۔

35۔ مطالب قرآن

جس قدر انسان کا ذوق و وجدان اور اخلاق وروحانیت ترقی کرتے جائین گے اس قدر اس پر قرآن کے مطالب آشکار ہوتے جائیں گے۔

36۔ اللہ اور بندے کا رشتہ

قرآن کو اس زاویہ نگاہ سے مت پڑھو کہ تمھیں فلسفے کے مسائل سمجھائے گا۔ اسے اس زاویہ نگاہ سے پڑھو کہ اللہ تعالیٰ سے میرا کیا رشتہ ہے اور کائنات میں میرا کیا مقام ہے۔

37۔ قرآن کے مطالب

قرآن سارے کا سارا مفصل بھی ہے اور متشابہ بھی۔ جس قدر انسان کا ذوق و وجدان اور اخلاق وروحانیت ترقی کرتے جائیں گے اس قدر اس پر قرآن کے مطالب آشکار ہوتے جائیں گے۔

38۔ عالم اسلام میں تحقیق

عالم اسلام میں تجربہ و تحقیق کا خاتمہ ہو چکا ہے نہ استعجاب علم ہے اور نہ ہی علم کے لئے کوئی سعی کاؤش۔ یورپ کی حالت اس سے اس قدر مختلف ہے تحقیق ہے تجربہ ہے۔ علم سے دلی شغف شب و روز محنت شب و روز انہماک۔ حالانکہ ایک زمانہ وہاں تجربہ و تحقیق تو درکنار علم کا نام لینا بھی گناہ میں داخل تھا۔

39۔ اسلام اور اہل اسلام

یاد رکھو! دنیا کی کوئی قوم اپنا اصول قومیت چھوڑ کر زندہ نہیں رہ سکتی۔ موت جب ہی وارد ہوتی ہے جب قومیں اپنے اصول زندگی سے منحرف ہو جائیں عالم اسلام اسلام کی بدولت وجود میں آیا اس کی ہستی اسلام سے وابستہ ہے اور اسلام ہی کی بدولت اس میں زندگی پیدا ہوگی۔

40۔ ایک سبق

ایک سبق جو میں نے تاریخ اسلام سے سیکھا ہے یہ ہے کہ صرف اسلام ہی تھا جس نے آڑے وقت میں مسلمانوں کو زندگی کو قائم رکھا نہ کہ مسلمان۔ اگر آج آپ اپنی نگاہیں اسلام پر جما دیں اور اس کے زندگی بخش تخیل سے متاثر ہوں تو منتشر قوتیں از سرنو جمع ہو جائیں گی اور آپ کا وجود ہلاکت و بربادی سے محفوظ ہو جائے گا۔

41۔ اسلام ایک اشناف

اسلام نے ہر معاملے میں ایک فطری اور طبعی اوش اختیار کی ہے کہ اس لئے کہ اسلام کا مقصود فرد اور جماعت کی تربیت اس کا باہم وجود اور مسلسل نشو ونما۔ اسلام قوائے حیات کا شیرازہ بند ہے اسلام ہی وہ اشناف (Synthesis) ہے جس کی دنیا کو ضرورت تھی اور ہے

42۔ اسلامی نظام

اگر عالم انسانیت کا مقصد اقوام متحدہ کا امن، سلامتی اور ان کی موجودہ ہستیوں کو بدل کر ایک واحد اجتماعی نظام قرار دیا جائے تو سوائے نظام اسلامی کے کوئی دوسرا نظام ذہن میں نہیں آ سکتا۔ کیونکہ قرآن سے میری سمجھ میں جو کچھ آیا ہے اس کی روح سے اسلام محض انسان کی اخلاقی اصلاح ہی کا داعی نہیں بلکہ عالم بشریت کی اجتماعی زندگی میں ایک تدریجی مگر اساسی انقلاب بھی چاہتا ہے۔ جو اس کے قومی اور نسلی نقطہ نظر کو یکسر بدل کر اس میں خالص انسانی ضمیر کی تخلیق کرے۔

43۔ مسلم خواتین

مسلمانوں نے دنیا کمانے کے لئے دینوی تعلیم حاصل کرنا چاہی لیکن نہ ہی دنیا حاصل کر سکے اور نہ ہی دین سنبھال سکے۔ یہی حال آج مسلم خواتین کا ہے جو دینوی تعلیم حاصل کرنے کے شوق میں دین بھی کھو رہی ہیں۔

44۔ اسلام اور جدید تہذیب

اسلام تہذیب حاضرہ کی تمام ضروری اور اصولی چیزوں کا دشمن ہے اس لئے مسلمانوں کو اس تباہ کرنے کی کوششیں کرنا چاہیے۔ نہ یہ کہ ان چیزوں کو جز و اسلام بنا لیا جائے کہ اب دنیا اسلام کی طرف آ رہی ہے اس لئے اگر آج تہذیب مغربی تباہ ہو جائے تو اسلام کا بول بالا ہو جائے گا۔ اس لئے مسلمانوں کو اس آنے والے دور کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔ جس وقت تہذیب جدید کا خاتمہ ہو مسلمانوں کو اسلام کا علم بلند کر دینا چاہیے۔

45۔ پکا مسلمان

اگر ہم اچھے کاری گر، اچھے اہل حرفہ اور سب سے بڑھ کر کہ اچھے شہری پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ انہیں اول پکا مسلمان بنائیں۔

46۔ دعا

مسلمانوں کی بہترین تلوار دعا ہے۔ اس سے کام لینا چاہیے ہر وقت دعا کرنی چاہیے اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا چاہیے۔

47۔ سائنس اور مذہب

سائنس اور مذہب کا تصادم غیر اسلامی ہے قرآن کے ہر صفحے پر انسان کو مشاہدے اور تجربے کے ذریعے علم حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور منتہائے نظر یہ بتایا گیا ہے کہ قوائے فطرت کو مسخر کیا جائے چنانچہ قرآن پاک صاف الفاظ میں انسان کو یہ تعلیم دیتا ہے اگر قوائے فطرت پر غلبہ حاصل کریں گے تو ستاروں سے بھی پرے پہنچنے کے قابل ہو جائیں گے۔

48۔ اسلام ایک معاشرہ

سیاست کی جڑیں ایک آدمی کی روحانی زندگی میں مستور ہے۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ اسلام نجی رائے کا معاملہ نہیں ہے یہ ایک معاشرہ ہے یا اگر آپ اسے پسند کریں یہ ایک مدنی کلیسا ہے۔

49۔ اسلام ایک حقیقت

میرے نزدیک فاشزم کمیونزم یا زمانہ حال کے اور ازم کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ میرے عقیدے کی رو سے صرف اسلام ہی ایک حقیقت ہے جو بنی نوع انسان کے لئے ہر نقطہ نگاہ سے موجب نجات ہو سکتی ہے۔

50۔ اسلام کی ثقافتی تاریخ

عصر حاضر کے مسلمان، علم کلام کی بحثوں کے مقابلے میں اسلام کی ثقافتی تاریخ سے زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں اور اسی نئے مسلمان ملکوں میں ثقافت جدیدہ کے تصورات کو اپنے اندر جذب کرنے کا میلان پیدا ہو گیا ہے۔ انسان نے ہمیشہ سے کائنات میں نظم و ربط باہمی تلاش کرنے کی کوشش کی ہے اور قرآنی تعلیمات کی رو سے نظم و ضبط (Order) اس کائنات کی سرشت میں داخل ہے۔

51۔ بیداری

افسوس کہ مسلمان پوری طرح سے بیدار نہیں اور یوں بھی مفلس ہیں۔ امراء اور خیالات میں فرق ہے علماء مذہبی جھگڑوں میں مصروف ہیں بعض خود غرض لوگ محض اپنی گرم بازاری کے لئے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کر رہے ہیں۔

52۔تاریخی حقیقت

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ان کے سیاسی زوال کے اوقات میں ہوا حکومت کے عروج کے زمانہ میں اسلام نہیں پھیلا۔

53۔خرابی حالت

علماء میں مدانیت آ گئی ہے۔ یہ گروہ کلمہ حق کے لئے ڈرتا ہے۔صوفیاء اکرام اسلام سے بے پرواہ اور حکام کے تصرف میں ہیں اخبار نویس اور آج کل کے تعلیم یافتہ لیڈر خودغرض ہیں ذاتی منفعت اور عزت کے سوا کوئی مقصد ان کی زندگی کا نہیں عوام میں جذبہ موجود ہے مگر ان کا کوئی بے غرض راہنما نہیں۔

54۔رسولِ کریم ﷺ عالمگیر شخصیت

ڈاکٹر صاحب سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اتنے ایشیائی نہیں تھے جتنے کہ یورپین تھے۔اس لئے ان کا تمام آؤٹ لک یورپی ہے۔

اقبال نے کہا "میں رسول اللہ ﷺ کو یورپی کیا عربی بھی نہیں سمجھتا اس لئے کہ وہ اس قسم کی قیود سے بالا ہیں۔

55۔علماء اور صوفیاء

کئی صدیوں سے علماء اور صوفیاء میں طاقت کے لئے جنگ جاری ہے جس میں آخر کار صوفیاء غالب آتے ہیں یہاں تک کہ اب برائے نام جو علماء باقی ہیں وہ بھی جب کسی نہ کسی خانوادے میں بیعت لیتے ہوں تو دلعزیز نہیں ہو سکے۔

56۔ مسیح اور مہدی

میری رائے کے میں مسیح اور مہدی کے نزول کا تخیل سراسر غیر اسلامی ہے۔ قرآن حکیم میں ان دو بزرگوں کی دوبارہ تشریف آوری کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ صحیح بخاری میں نزول مہدی کا مطلق ذکر نہیں ہے ہاں مسیح کی آمد ثانی سے متعلق دو حدیثیں ضرور موجود ہیں مگر جب قرآن میں اس کی آمد ثانی کا کوئی وعدہ نہیں ہے تو لامحالہ ان کو ناقابل اعتماد قرار دینا پڑے گا۔ مسیح اور مہدی کا انتظار کرتے رہنے کی بجائے مسلمانانِ عالم ہی وہ کام کیوں نہ کریں جو وہ مسیح اور مہدی کے متعلق سمجھتے ہیں۔

57۔ نبی اور مجدد

نبی اور مجدد میں کئی پہلوؤں سے فرق ہوتا ہے۔ مگر سب سے بڑا فرق یہ ہوتا ہے کہ دونوں کی ذہنی کیفیات مختلف النوع ہوتی ہیں اس طرح مشاہدۂ باطنی میں بھی کیفیت کا فرق ہوتا ہے آخر میں فرمایا کہ اگر تم میرے مضمون اسلام اور احمدیت کا اردو ترجمہ شائع کرو تو اس پر حواشی بھی لکھنا اور خصوصاً بروز کے عقیدہ کی وضاحت کر دینا۔

58۔ ایمان

ایمان دراصل عمل کی استعداد کا نام ہے اسلام ایسے ایمان کو پسند نہیں کرتا جو انسان کو عمل پر آمادہ نہ کر سکے۔

59۔ مذہب اور نظریہ حلول

نظریہ حلول کی رو سے خدائے مشخص کا وجود نہیں ہے جبکہ مذہب کی تعلیم یہ ہے کہ خدا ایک شخص (Person) ہے جو سنتا ہے۔ جواب دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ مذہب میں خدا کا تصور انسانی خودی کے رنگ میں کیا جاتا ہے۔ اور ہم ایسا تصور کرنے پر مجبور ہیں۔

60۔ ایمان اور عقل

دونوں جداگانہ چیزیں ہیں بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ ایک دوسرے کی ضد ہیں بعض کہتے ہیں کہ ایک دوسرے کے معاون ہیں بعض کی رائے میں عقل بمنزلہ خادم ہے اور ایمان مخدوم ہے۔ وغیرہ لیکن میری رائے یہ ہے کہ ان کو مخلوط نہ کیا جائے دونوں اپنی اپنی جگہ پر رہیں۔

61۔ عرب اور عجم

عرب اور عجم دونوں ہمارے ماضی کا تار پود ہیں ہم عرب کو نظر انداز کر سکتے ہیں نہ عجم کو۔ ہمیں چاہیے کہ ماضی کی تنقید میں مستقبل کو فراموش نہ کریں۔

62۔ فاصلوں کی تسخیر

یہ امر مشکل ضرور ہے لیکن فاصلوں کی تسخیر سرے سے ناممکن نہیں اس کا کوئی نہ کوئی ذریعہ دریافت ہو جائے گا۔ ایسا ہی ذریعہ جو ابھی تک ہمارے فہم سے پوشیدہ ہیں قرآن کریم کی رو سے ایسا ہونا بہر حال ممکن ہے۔

63۔زندگی کی بے پناہ قوت

غلامی اور محکومی بڑی لعنت ہے حکومت اور اقتدار ایک سحر ہے جس سے محکوموں کے دل ودماغ ماؤف ہو جاتے ہیں۔علی گڑھ کی کتنی بڑی خوبی ہے کہ اس نے ہمارے دل و دماغ کو محفوظ رکھا یا پھر یوں کہنا چاہیے کہ اسلام میں زندگی کی بے پناہ قوت ہے۔ یہ قوت علی گڑھ میں بھی کارفرما ہے۔لہذا باوجود مغربی تعلیم کے مسلمانوں کا جذبہ ملی قائم اور برقرار رہا۔

64۔اصول زندگی

یادرکھو! دنیا کی کویہ قوم اپنا اصول قومیت چھوڑ کر زندہ نہیں رہ سکتا۔موت جب ہی وارد ہوتی ہے جب قومیں اپنے اصول زندگی سے منحرف ہو جائیں عالم اسلام اسلام کی بدولت وجود میں آیا اس کی ہستی اسلام سے وابستہ ہے اور اسلام ہی کی بدولت اس میں زندگی پیدا ہوگی۔

65۔یقین کامل

جہاں تک فرد کی ذات اور معاشرت کی تہذیب وترقی یا دوسرے الفاظ میں معراج انسانیت کا تعلق ہے ہر مقصد رسالت مابﷺ کے اتباع سے ہی حاصل ہوگا۔ البتہ یادرکھنے کی بات یہ ہے کہ کوئی بھی نصب العین ہو اس کے لئے یقین کامل شرط ہے یقین نہیں تو عمل بھی نہیں نہ آرزو، نہ ولولہ، نہ جذبہ۔

66۔ مسلسل دعا

وہ جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے وہ ہم سے اور ہماری دنیا سے بے تعلق تو نہیں ہم جو کچھ کہتے ہیں اسی سے کہتے ہیں وہ کہتا ہے مجھی سے دعا کرو۔ میں تمہاری دعائیں سنتا ہوں اور اس کا جوب دیتا ہوں زندگی کیا ہے ایک مسلسل دعا ہے۔

67۔ دعا۔۔۔۔۔روحانی تجلی

دعا بھی روحانی تجلی کے ایک ذریعے کی حیثیت سے ایک حیاتی عمل ہے جس میں انسان دفعتاً یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی بے نام شخصیت کے لئے ایک وسیع تر زندگی میں بھی کوئی نہ کوئی جگہ ہے۔

68۔ جہاد

جہاد عام طور پر دفاعی ہے لیکن بوقتِ ضرورت جارحانہ بھی ہوسکتا ہے مثلاً اگر کوئی قوم بداخلاقی میں اس قدر بڑھ جائے کہ جس سے دنیا میں نسل انسانی بالعموم تباہ ہوسکتی ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ بزورِ شمشیر اُس قوم میں سے خرابی مٹانے کی کوشش کریں۔ چنانچہ سلطان ٹیپو مرحوم نے مالا بار کے غیر مسلم وحشی باشندوں کو کہا تھا کہ تم بجائے برہنہ پھرنے کے کپڑے پہنا کرو۔ ورنہ میں بزورِ شمشیر تمھیں مسلمان بنا کر کپڑے پہننے پر مجبور کروں گا۔ قرآن میں جو امر بالمعروف و نہی عن منکر کا حکم مسلمانوں کو دیا گیا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اشاعتِ حق کے پیچھے شمشیر کی حمایت ہونی چاہیے۔ ورنہ بغیر طاقت کے امر و نہی کیسے ممکن ہے۔ اگر امر و نہی کے فرائض مسلمان ادا کرنا چاہتے ہیں تو اُن کے بازو میں طاقت ہونا بہت ضروری ہے۔

69۔ اسلامی موسیقی

اسلامی موسیقی کا کوئی وجود نہیں تمام اسلامی ملکوں میں اپنا اپنا فن موسیقی رائج ہے مسلمان جہاں تہاں پہنچے ہیں وہیں کی موسیقی قبول کر لی۔ کوئی اسلامی موسیقی پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ فنونِ لطیفہ میں ایک فن تعمیر کے سوا کسی فن میں بھی اسلامی روح نہیں ہے۔

70۔ وحدتِ اسلامی

سیاسی نقطہ نظر سے وحدتِ اسلامی صرف اس وقت متزلزل ہو جاتی ہے جب اسلامی سلطنتیں ایک دوسرے سے جنگ کرتی ہیں اور مذہبی نقطہ نظر سے اس وقت متزلزل ہو جاتی ہیں جب مسلمان بنیادی عقائد یا ارکانِ شریعت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔

اشاریہ

1	خط بنام مولانہ عبدالماجد درآبادی	اقبال نامہ حصہ اول	
2	خط بنام منشی سراالدین	اقبال نامہ حصہ اول	
3	اقبال کے بعض ملوظات	یوسف سلیم چشتی اقبال ریویو جولائی 1964	
4	ایضاً		
5	ایضاً		
6	ایضاً		
7	ایضاً		
8	ایضاً		
9	خط بنام مولوی صالح محمد	اقبال نامہ حصہ دوم	مرتبہ شیخ عطاالله
10	خط بنام محمد جمیل	ایضاً	
11	زمیندار 24 جون 1927	(بیان)	
12	خط بنام نیاز الدین خاں 12 جنوری 1922		
13	موتمر عالم اسلامی میں تقریر	14 دسمبر 1931	
14	اخباری بیان	انقلاب 28 دسمبر 1933	
15	ذکر اقبال	سالک	
16	بجواب نہرو	فیضان اقبال	شورش کشمیری
17	حریتِ اسلام	دیباچہ	

18 خط بنام سید سلیمان ندوی فیضان اقبال

19 اقبال روزنامچہ مہر میں صفحہ 51

20 ایضاً

21 ایضاً

22 ایضاً

23 حرف اقبال بیان 24 اگست 1972ء

24 خط بنام ظفر احمد صدیقی 1931

25 خط بنام صوفی غلام مصطفیٰ تبسم 1935

26 خط بنام سید سلیمان ندوی

27 فوق اور اقبال کے درمیان مکالمہ رسالہ طریقت اگست 1914

28 حرف اقبال

29 مکاتبِ اقبال

30 اسرار خودی اور تصوف وکیل ارشد 15 جنوری 1916

31 روزگار فقیر جلد اول صفحہ 83

32 خطبہ چہارم (خودی، جبر و قدر اور حیات بعد الموت)

33 تقاریر (انگریزی شیروانی)

34 خط بنام سید سلیمان ندوی (فیضانِ اقبال از شورش)

35 ملفوظات عرش

36 روزگار فقیر حصہ اول صفحہ 179

37 علامہ اقبال کی صحبت میں محمد حسین

38 اقبال کے حضور سید نذیر نیازی 12 مارچ 1938

39 اقبال نامہ حصہ دوم

40 خطبہ الہٰ آباد 1930

41 اقبال کے حضور

42 روزنامہ احسان مارچ 1928

43 یادِ ایام روزنامہ حریت خواجہ عبدالوحید

44 ایضاً

45 خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرس لاہور مورخہ 21 مارچ 1931

46 روزگار فقیر حصہ دوم صفحہ 175

47 گفتارِ اقبال صفحہ 23

48 آل انڈیا مسلم کانفرس خطبہ صدارت 21 مارچ 1932

49 خط بنام آل احمد سرور اقبال نامہ حصہ دوم صفحہ 314

50 ملفوظات سلیم چشتی

51 خط بنام خان نیاز الدین خاں 30 مارچ 19328

52 روزگار فقیر جلد دوم صفحہ 252

53 خط بنام نیاز علی (فیضانِ اقبال از شورش)

54 اقبال روزنامہ مہر میں

55 خط بنام اکبر الہٰ آبادی

56	ملفوظات	یوسف سلیم چشتی
57	ایضاً	
58	ملفوظات	یوسف سلیم چشتی
59	ایضاً	
60	ایضاً	
61	اقبال کے حضور	سید نذیر نیازی
62	تقاریر اقبال .	اقبال احمد صدیقی
63	اقبال کے حضور	سید نذیر نیازی
64	ایضاً	
65	ایضاً	
66	ایضاً	
67	خطبات تشکیل جدید	
68	روزنامچہ خواجہ عبدالوحید	جریدہ۔ کراچی یونیورسٹی
69	اقبال روزنامچہ مہر میں	
70	خط بنام خان نیاز الدین خان	12 جنوری 1922

باب دوم

ماضی کے لوگ، ہم عصر، ادبی راہنما

ماضی کے لوگ

اقبال کثیر المطالعہ ادیب تھے فارسی عربی اور اردو کے کلاسیکل شعراء اور شاروں کا مطالعہ کرتے تھے ابتدائی دور میں گلستان بوستان کے علاوہ فارسی اور عربی کے میر حسن کی زیر نگرانی انہوں نے پڑھے۔ ان کے خطوط، تقاریر، بیانات اور گفتگو سے اقبال کے بڑے نقاد ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ گو وہ باقاعدہ طور پر نقاد نہیں تھے۔ مگر ادب پر ان کی گہری نظر تھی غالب، مومن، اکبر الہٰ آبادی، جوش ملیح آبادی، بیدل ٹیگور، آزاد، سنائی، رومی، حافظ، جمال الدین افغانی، سید سلیمان ندوی، شاہ ولی اللہ، مجدد الف ثانی، سرسید کے علاوہ مغربی ادباء شکسپیر، گوئٹے، ہورسین، مانٹین، ہیگل، اور ورڈ روتھ کے متعلق ان کے ارشادات تنقید کی ہی مثالیں ہیں۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ گورنمنٹ کالج لاہور میں بطورِ اسسٹنٹ پروفیسر کے ڈگری کلاسوں کو رومانوی شعراء ورڈ ورتھ۔ شیلے، کیٹس، کولرج، اور بائرن پڑھاتے ہوئے انہوں نے تراجم بھی کئے۔ انہیں ماضی کے لوگوں سے پیار تھا اور ان کے مطالعہ سے وہ اپنی شاعری کو جلا بخشتے تھے۔

(مرتب)

1۔ غالب

غالب واقعی بہت بڑا شاعر تھا لیکن محض پینشن میں اضافے کے خیال سے انہیں سرکار انگلشیہ کی مدح میں قصائد لکھنا پڑے۔ افسوس کی بات ہے کہ غالب کا کلام دراصل فارسی میں تھا غالب کا کلام فارسی پڑھیے اور ضرور پڑھیے۔ غالب کا فارسی کلام بڑی چیز ہے۔

2۔ اکبرالہ آبادی

اکبر کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے چند سادہ سے لیکن عمدہ طور پر منتخب الفاظ کے ذریعہ نہ صرف تصادم بیلہ اس کی علت بھی آشکار کردی ہے

3۔ غالب اور بیدل

حضرت غالب کو اردو نظم میں بیدل کی تقلید میں ناکامی ہوئی۔ غالب نے بیدل کے الفاظ کی نقالی ضرور کی لیکن بیدل کے معانی سے اس کا دامن تہی رہا۔ بیدل کا راہوار فکر اپنے ہم عصروں کے لئے ذرا گریز پا تھا۔

4۔ جوش ملیح آبادی

شبیر حسن جوش ملیح آبادی لکھنوی نوجوان نہائت قابل اور ہونہار شاعر ہے۔

5۔ غالب اور مومن

غالب سے کہیں زیادہ مومن ژولیدہ گفتار ہے۔ میں مومن کے مداحوں میں سے نہیں ہوں اور اس کے اسلوبِ فکر اور انداز غزل کو ایک کارنامہ نہیں سمجھتا۔

6۔ بیدل

بیدل کے کلام میں خصوصیت کے ساتھ حرکت پر زور ہے۔ یہاں تک کہ اس کا معشوق بھی صاحبِ خرام ہے اس کے برعکس غالب کو زیادہ تر اطمنان اور سکون سے الفت ہے

7۔ ٹیگور

ٹیگور کی شاعری میں شانتی ہے میری شاعری میں حرکت ہے لیکن میں عملی آدمی نہیں۔

8۔ عبدالقادر بیدل

اپنی طرز کے آپ ہی موجد، بلاغ، خالق اور صانع تھے۔ ان کے بعد کوئی اس طرز میں کامیابی نہ پا سکا۔

9۔ اکبر الہ آبادی منفرد ادیب

مجھے یقین ہے کہ عام ایشیا میں کسی قوم کے ادبیات کو اکبر نصیب نہیں ہوا اور نہ اسلامی ادیبوں میں آج تک ایسی نکتہ رس ہستی پیدا ہوئی ہے۔

10۔ شیکسپیر اور گوئٹے

شیکسپیر اور گوئٹے دونوں تخلیق کے تصور ایزدی پر باز فکر کرتے ہیں لیکن ان کے درمیان ایک اہم فرق ہے واقعیت پسند انگریز ''انفس'' کی باز فکر کرتا ہے اور حقیقت پسند جرمن ''آفاق'' کی گوئٹے کا فاوئٹ محض برائے نام فرد ہے۔ درحقیقت وہ انسانیت کی تجسیم ہے۔

11۔ ہورس، مانٹین اور آزاد

''ہم اس طرح کھینچے جاتے ہیں جیسے پانی کے ریلے میں شہتیر کو کوئی طاقت ادھر اُدھر دھکیلے جارہی ہے'' ہوریس کے ان مصرعوں پر مانٹین یوں تبصرہ کرتے ہیں ''ہم خود نہیں جاتے بلکہ لے جائے جاتے ہیں جیسے کوئی چیز پانی کے پُرسکون یا طوفانی بہاؤ کے مطابق کبھی آہستہ آہستہ کبھی بڑی تیزی سے بہے جارہی ہو''۔

مانٹین کی اس عبارت کو پڑھتے وقت مجھے آزاد مرحوم کا ایک شعر یاد آیا جس میں مرحوم نے ہوریس اور مانٹین سے کہیں زیادہ حسین پیرائے میں اسی خیال کو ادا کیا ہے وہ کہتے ہیں۔

''جہاز عمر رواں پر سوار بیٹھے ہیں
سوار خاک ہیں بے اختیار بیٹھے ہیں''

12۔ سنائی اور رومی

حکیم سنائی اور مولانا روم کو زیر نظر رکھنا چاہیے۔ اس قسم کے لوگ اقوام کی زندگی کا اصل راز ہیں۔

13۔رومی اور بیدل

رومی تخیل میں بیدل اندازِ بیان میں فوقیت رکھتے ہیں۔

14۔رومی کی ضرورت

عصر حاضر کو آج ایک رومی کی ضرورت ہے جو دلوں کو زندگی امید اور ذوق وشوق کے جذبات سے معمور کر دے۔

15۔علامہ سید انور شاہ کشمیری

سید انور شاہ دنیائے اسلام کے جدید ترین محدثین میں سے ہیں۔

16۔حافظ کی شاعری

میرا عقیدہ ہے کہ حافظ کی شاعری نے مسلمانوں کے انحطاط میں بطورِ ایک عنصر کام کیا ہے۔

17۔جمال الدین افغانی

مسلمان سلاطین کی نظر اپنے خاندان کے مفاد پر جمی رہتی تھی اور اپنے اس مفاد کی حفاظت کے لئے وہ اپنے ملک کو بیچنے میں بھی پس وپیش نہیں کرتے تھے۔سید جمال الدین افغانی کا مقصد خاص یہ تھا کہ مسلمانوں کو دنیائے اسلام کے ان حالات کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا جائے۔

18۔خواجہ حافظ

خواجہ حافظ محض ایک شاعر ہیں ان کے کلام میں جوصوفیانہ حقائق اخذ کئے گئے ہیں وہ بعد کے لوگوں کا کام ہے۔

19۔سید سلیمان ندوی

آپ علوم اسلام کی جوئے شیر کے فرہاد ہیں آپ کا قلب قوی اور ذہن ہمہ گیر ہے۔آپ استاذ الکل ہیں۔

20۔شاہ ولی اللہ

ہمارا فرض ہے ماضی سے اپنا رشتہ منقطع کیے بغیر اسلام پر بحیثیت ایک نظامِ فکر از سرنو غور کریں۔ غالباً یہ شاہ ولی اللہ دہلوی تھے جنہوں نے سب سے پہلے ایک نئی روح کی بیداری محسوس کی۔

21۔مجدد الف ثانی

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

عرض کیا تین سو سال پہلے جہانگیر کی بادشاہت میں جم وساغر کا دور تھا۔کیا آپ اس کی احیاء چاہتے ہیں فرمایا نہیں یہ شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی کی طرف اشارہ ہے۔ کہ مسلمانان ہند کے سب سے زبردست راہنماء گزرے ہیں۔

22۔عبدالوہاب اور جمال الدین

میرے نزدیک اگر کوئی شخص مجدد کہلانے کا مستحق ہے تو وہ صرف جمال الدین افغانی ہیں ۔مصر، ایران، ترکی اور ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ جب کوئی لکھے گا تو سب سے پہلے عبدالوہاب نجدی اور بعد میں جمال الدین افغانی کا ذکر ہوگا۔موخرالذکر ہی اصل میں موسس ہیں زمانہ حال کے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے۔

23۔ابن عربی، بیدل اور ہیگل

ابنِ عربی، بیدل اور ہیگل کے جال میں جو شخص ایک دفعہ پھنس جاتا ہے اس کی رہائی مشکل سے ہوتی ہے۔

24۔ھیگل

ھیگل کا فلسفہ نثر میں لکھی ہوئی ایک رزمیہ نظم ہے۔

25۔حافظ محبت کے شاعر

شاعرانہ اعتبار سے میں حافظ کو نہائت بلند پایہ سمجھتا ہوں ۔ جہاں تک فن کا تعلق ہے یعنی جو مقصد اور شعراء پوری غزل میں بھی نہیں حاصل کر سکتے خواجہ حافظ اسے ایک لفظ میں حاصل کرتے ہیں۔اس واسطے کہ وہ انسان اور انسانی قلب کے راز کو پورے طور پر سمجھتے ہیں۔

26۔ بیدل اور غالب

بیدل اور غالب نے مجھے یہ سکھایا کہ مغربی شاعری کی اقدار اپنے اندر سمو لینے کے باوجود اپنے جذبے اور اظہار میں مشرقیت کی روح کیسے زندہ رکھوں۔

27۔ حافظ

حافظ بہت بڑے شاعر ہیں لیکن بحیثیت صوفی ان کا کلام حالتِ سکر کا ترجمان ہے سکر کی حالت اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

28۔ ٹیپو سلطان

ٹیپو ہندوستان کا آخری مسلمان سپاہی تھا۔ جس کو ہندوستان کے مسلمانوں نے جلد فراموش کرنے میں بڑی ناانصافی سے کام لیا ہے۔

29۔ بزرگانِ سلف

زمانہ حال کے مسلمانوں کی نجات اسی میں ہے کہ بزرگانِ سلف کے حیرت ناک تذکروں کو زندہ کیا جائے۔

30۔ چار ستون

ہندوستان میں اسلام کے احوال و افکار کی تاریخ ان چار شخصیتوں کے احوال و افکار اور سوانح و آثار سے ترتیب دی جا سکتی ہے۔ بادشاہوں میں ٹیپو سلطان، صوفیاء میں مجدد الف ثانی، علماء میں شاہ ولی اللہ، شاعروں میں میرزا عبد القادر بیدل۔

31۔ فن برائے فن

فن میں افیون کا چسکا نہیں ہونا چاہیے۔ فن برائے فن کا نظریہ ایک عیارانہ دعوت ہے زوال کی طرف۔ اور اس کا مقصد ہم سے زندگی اور قوت کو ہتھیا لینا ہے۔

32۔ آرٹ کی زوال پذیری

آرٹ کی زوال پذیری دراصل اقوام کی مجموعی زوال پذیری کے تابع ہوتی ہے۔ جب تک خدا کو کسی قوم سے کام لینا مقصود ہوتا ہے اور اسے سرداری کے منصب پر فائز رکھنا منظور ہوتا ہے۔ اس وقت تک آرٹ زندہ اور جاندار رہتا ہے بلکہ سب سے پہلے کسی قوم کی زوال پذیری کی علامت آرٹ کی زوال پذیری کے ذریعے ہوتی ہے۔

33۔ جذبات حسنہ کو مردہ کرنے والا آرٹ ممنوع ہے

انسانی زندگی کو فائدہ پہنچنا چاہیے آرٹ زندگی کے ماتحت ہر چیز کو انسانی زندگی کے لئے وقف ہونا چاہیے اس لئے ہر وہ آرٹ جو زندگی کے خلاف ہو، جو انسانی ہمتوں کو پست اور جذباتِ حسنہ کو مردہ کرنے والا ہو، قابلِ نفرت ہے اور اُس کی ترویج حکومت کی طرف سے ممنوع قرار دی جانی چاہیے۔

34۔ سرسید کا احسان

سرسید نے خوب سمجھ لیا تھا کہ ہندوستان کا سیاسی مسئلہ کیا ہے۔ سرسید کو علماء نے کیا کچھ نہیں کہا کافر، ملحد، کرسٹان لیکن سرسید کا کتنا بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اس خطرے کو بھانپ لیا۔ جو بحیثیت قوم مسلمانوں کو درپیش تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کی جداگانہ قومیت پر زور دیا وہ جب تعلیم پر زور دیتے تہذیب و تمدن میں آگے بڑھنے کی تاکید کرتے۔ جب بھی ان کا کہنا ہی تھا کہ ہم اپنا جداگانہ ملی وجود ہر حالت میں قائم رکھیں۔

35۔ انگریزی لٹریچر

آپ جانتے ہیں کہ جب سے ہمارے تعلقات یورپ خصوصاً انگلستان سے قائم ہوئے ہیں اس وقت سے بہت سی چیزیں ہم تک پہنچی ہیں۔ سب سے اوّل انگریزی لٹریچر ہے۔ جو ہمارے بہت سے نوجوان مصنفین کے لئے تخلیق مضامین کا ذریعہ ہوا ہے۔ وہ مضامین جنہوں نے موجودہ نسل کی ذہنیت کی تشکیل وتوضیع میں بہت کچھ حصہ لیا ہے۔ دوسری بات جو ہم کو انگلستان سے ملی ہے وہ افکار کی عادت ہے۔ میرے نزدیک یہ عادت اس ملک کے لئے بہترین نعمت ہے۔

اشاریہ

1 اقبال کے حضور مرتبہ سید نذیر نیازی صفحہ 276

2 علامہ محمد اقبال تقریریں، تحریریں اور بیانات مترجم اقبال احمد صدیقی صفحہ 184

3 (خطوط بنام محمد اکرام) اقبال نامہ حصہ دوئم مرتبہ شیخ عطاء اللہ صفحہ 336

4 اقبال نامہ حصہ دوئم مرتبہ شیخ عطاء اللہ صفحہ 205

5 نفاس اقال مرتبہ شیما مجید صفحہ 12

6 ملفوظات از محمود نظامی (پروفیسر حمید احمد خاں کی ملاقات)

7 ملفوظات میاں بشیر احمد

8 ملفوظات عرش

9 انوار اقبال مرتبہ صفحہ 197

10 مرے کالج میگزین (مرے کالج کا جریدہ) شمارہ اگست ستمبر اکتوبر 1916

11 ایضاً

12 پروفیسر اکبر منیر کے نام

13 روزگار فقیر جلد اوّل صفحہ 147

14 تشکیل جدید الہیات اسلامیہ خطبہ چہارم صفحہ 183

15 انوار اقبال مرتبہ صفحہ 255

16 اسرارِ خودی اور تصوف وکیل امرتسر 15 جنوری 1916

17 فیضانِ اقبال مرتبہ شورش کاشمیری صفحہ 256

18 اسرارِ خودی اور تصوف وکیل امرتسر 15 جنوری 1916

19 سید سلیمان ندوی کے نام خطوط

20 خطبہ چہارم تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ صفحہ 145

21 ملفوظات میاں بشیر احمد

22 چودھری محمد احسن اپریل 1932

23 ملفوظات ڈاکٹر سعید اللہ

24 افکارِ پریشان ترجمہ Stray Reflections ترجمہ از

25 مقالاتِ اقبال صفحہ 167-166

26 فروغِ اقبال از ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی

27 حافظ شیراز۔ مقالہ مطبوعہ حاصل 1916

28 خط بنام میجر سعید محمد خان

29 خط بنام فوق انوارِ اقبال

30 راوئت راجہ حسن اختر فیضانِ اقبال مرتبہ شورش کاشمیری

31 ہمارے رسول ﷺ کی معاصرانہ شاعری پر تنقید تقاریر اقبال افتخار احمد صدیقی

32 نفاس اقبال مرتبہ شیما مجید

33 روز نامچہ خواجہ عبدالوحید جریدہ۔ کراچی یونیورسٹی

34 اقبال کے حضور سید نذیر نیازی

35 انقلاب 10 دسمبر 1929 علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سٹوڈنٹس کے سپاسنامہ کا جواب

باب سوئم

جمہوریت اور سیاست

جمہوریت اور سیاست

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کے مطابق ''جمہوریت بھی ان مبہم تصورات کی طرح ہے جس کے کوئی معنی نہیں ہیں''

اقبال نے جمہوریت کی مخالفت کی دراصل جمہوریت کی مخالفت نہیں بلکہ جمہوریت کے بعض نقائص کی نشاندہی کی تھی یہ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ علامہ اقبال جمہوریت کے مقابلے میں بادشاہت ،آمریت یا ملوکیت کے حامی تھے علامہ اقبال دراصل روحانی جمہوریت کے داعی تھے ان کا نظریہ خطبہ الاجتہاد فی الاسلام میں واضح ہے۔

''بلاد اسلامیہ میں جمہوری روح کا نشو ونما اور قانون ساز مجالس کا بتدریج قیام ایک بڑا ترقی کا قدم ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مذاہب اربع کے نمائندے جو سر دست فرداً فرداً اجتہاد کا حق رکھتے ہیں اپنا یہ حق مجالس شریعی کو منتقل کر دیں گے یوں بھی مسلمان چونکہ متعدد فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اس لئے ممکن بھی ہے تو اس وقت اجماع کی ہی شکل ہے۔ (تشکیل جدید الہیات صفحہ 268)

(مرتب)

1۔ جمہوریت اور آخرت

جمہوریت ان تمام امنگوں اور شکایات کو کھلا چھوڑ دیتی ہے جو مطلق العنان کے دور میں دبا کر رکھی گئیں یا پورا نہ ہوسکیں۔ یہ ان توقعات اور خواہشات کو ابھارتی ہے جو اکثر و بیشتر ناقابلِ عمل ہوتی ہیں۔

2۔ اسلامی جمہوریت

اسلامی جمہوریت نے اقتصادی مواقع کی توسیع کے بطن سے جنم نہیں لیا یہ ایک روحانی اصول ہے جو اس مفروضے پر مبنی ہے کہ ہر انسان پوشیدہ طاقت کا مرکز ہے جس کے امکانات کو ترقی دے کر ایک مخصوص قسم کا کردار تعمیر کیا جا سکتا ہے۔

3۔ حکومت ایک فن

حکومت ایک فن ہے اور بحیثیت ایک فن اس کا تقاضا ہے کہ حاکم محکوم کے ہر قول و فعل پر نظر رکھے اس کے ہر اقدام کا با احتیاط جائزہ لے۔ اس کے نفع و نقصان کو مجھے اگر کسی اقدام سے فائدے کی امید ہے تو اس کی ہمت افزائی کرے نقصان کا احتمال ہے تو روک دے۔

4۔ اخلاق کی حفاظت

حکومت کا سب س بڑا فرض افراد کے اخلاق کی حفاظت ہے لیکن اس سب سے بڑے فرض کو دنیائے جدید تسلیم ہی نہیں کرتی۔ حکومتیں محض سیاسی خیالات سے تعلق رکھتی ہیں افراد کے اخلاق کو درست کرنا اپنے فرائض میں داخل نہیں سمجھتیں۔

5۔دین وسیاست

وہ شخص جو دین کو سیاسی پراپگینڈہ کا پردہ بتاتا ہے میرے نزدیک لعنتی ہے۔

6۔نام نہاد جمہوریت

جب تک اس نام نہاد جمہوریت اور اس ناپاک قوم پرستی اور اس ذلیل ملوکیت کو مٹایا نہ جائے گا انسان اپنے عمل کے اعتبار سے الخلق عیال اللہ کے اصول کا قائل نہ ہو جائے گا۔

7۔اسلامی ریاست کا قیام

ہندوستان اور اس کے درمیان ایک اسلامی ریاست کے قیام سے بالشویزم مادہ پرستی دہریت اور لادینی خطرات اگر وسط ایشیا سے نہ مٹے تو کم از کم ہندوستان کی سرحدوں سے زیادہ دور ہو جائیں گے۔

8۔جمہوریت

جمہوریت میں ضابطہ پسندی کے جذبے کے فروغ دینے کا میلان پایا جاتا ہے ضابطہ پسندی فی نفسہٖ بُری چیز نہیں لیکن بدقسمتی سے یہ خالص اخلاقی نقطہ نظر کو پرطرف کر کے غیر قانونی اور غلط کو معناً مترادف قرار دیتی ہے۔

9۔اسلامی نظام حکومت

اسلامی نظام حکومت نہ جمہوریت نہ ملوکیت نہ (Aristocracy) اسٹا کریسی، نہ تھیاکریسی (Theofacy)

10۔اسلامی جمہوریت

اسلامی جمہوریت میں رائے دہی کے لئے کلمہ شہادت ادا کرنا کافی ہے مغربی جمہوریت میں برسراقتدار پارٹی عوام کوفریب دیتی ہے کہ تم حکمران ہو حالانکہ دراصل زمام کار چندافراد کے ہاتھوں میں ہوتی ہے جو پرائم منسٹر کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں۔

11۔اسلام اور ملوکیت

اسلام کوملوکیت سے کوئی علاقہ نہیں ہے وہ ملوکیت کی ہرصورت کو مذموم قرار دیتا ہے۔اسلام میں ملوکیت کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ملوکیت کی بنیاد،انسان کا یہ جذبہ ہے کہ وہ طاقت حاصل کرنا چاہتا ہے تا کہ دوسروں پرحکومت کر سکے اوراس طاقت کو برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ دوسرا اس میں شریک ہو۔ملوکیت کا طریق کار یہ ہے کہ بادشاہ،قوم میں تقسیم اورتفریق کا رنگ پیدا کرتا ہے تا کہ ثالث کا فرض انجام دے سکے اور اس طرح متخاصم جماعتوں کو یقین دلاتا ہے کہ تمہاری عافیت کے لئے میرا وجود ضروری ہے۔

12۔راہنماء

یہ لوگ (سیاسی لیڈر) خودغرض ہیں ایثار نہیں کر سکتے لیڈر امیروں کی جماعت میں موجود نہیں مسلمانوں کے لیڈر عوام میں سے ہی پیدا ہونگے ایسا ہوکر رہے گا۔ اور وہ راہنمائی کریں گے۔

13۔عوام کی ضرورتیں

بحیثیت مجموعی عوام کی ضروریات کی فردِ واحد کی ضروریات سے کہیں اہم ہوتی ہیں ایک شخص اور اس کی ضروریات ختم ہو جاتی ہیں لیکن عوام اور ان کی ضرورتیں ہمیشہ باقی رہتی ہیں۔

14۔رعایا کی رضاجوئی

تاریخ گواہ ہے کہ جو لوگ تلوار سے کسی ملک کو فتح کرتے ہیں ان کی حکومت بھی رعایا کی خوشنودی کے بغیر نہیں چل سکتی۔ بادشاہی خزانے سے نہیں چل سکتی اس لئے ہر ملک کے حکام کے لئے ضروری ہے کہ رعایا کی رضاجوئی حاصل کریں۔

15۔اسلام اور جمہوریت

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ امیر کے لئے مقدم شرط یہ ہے کہ وہ اسلام کی حمایت کرے گا۔ خواہ وہ عرب ہو یا عجمی اسلام نے جمہوریت کی راہ اختیار کی ہے اور وہ ''شوریٰ'' ہے۔ اسلام نے دنیا کو جمہوریت کی روح سے روشناس کیا اسی لئے وحی کا سلسلہ بند کر دیا گیا ۔تاکہ ہم آنحضرت ﷺ کے بعد کسی انسان کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں۔ بنی آدم کو حریت کی نعمت سے مالا مال کرنے کے لئے ،وحی کو ختم کرنا لازمی تھا۔ اسلام نے اس لئے ملوکیت، احباریت اور نبوت کو ختم کر دیا تاکہ انسان آزادی کی نعمت سے بہرہ آور ہو سکے۔ اس کے علاوہ انفرادی ذمہ داری کا قانون نافذ کیا لاتذ و وازرۃ اخری کوئی شخص کسی شخص کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔

اشاریہ

1 خط بنام سر فرانس ٹیگ 30 جولائی 1931

2 مسلم جمہوریت صفحہ 121

3 اقبال کے حضور صفحہ 294

4 یادِ ایام روز نامچہ خواجہ عبدالوحید

5 انوارِ اقبال صفحہ 168

6 آل انڈیا ریڈیو سے سال نو کا پیغام یکم جنوری 1938

7 حرف اقبال بیان 16 مئی 1932

8 مرے کالج میگزین 1916

9 ملفوظات محمود نظامی

10 ایضاً

11 ایضاً

12 ملفوظات میاں بشیر احمد

13 حرف اقبال بیان 10 دسمبر 1937

14 انقلاب 5 اگست 1931

15 ملفوظات محمود نظامی

باب چہارم

تصوف

تصوف

علامہ اقبال ایک درویش صفت انسان اور صوفی تھے شب بیداری ان کی ہر شب کا معمول تھا۔ بقول ان کے "بندہ اوسیاہ کبھی کبھی تہجد کے لئے اُٹھتا ہے اور بعض دفعہ تمام رات بیداری میں گزر جاتی ہے۔" وہ صوفی تو تھے ہی مگر تصوف کے میدان میں ان کا مقام بہت بلند ہے صوفی کی مختلف الخیال لوگوں نے مختلف انداز میں تعریف کی ہے ذولنون مصری (انتقال 235ء) کے خیال میں "وہ لوگ صوفی ہیں جنھوں نے تمام کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ کو پسند کیا ہو" تصوف بقول سید عبدالوحید معینی کے مسیحیت، نوافلاطونیت، بدھ مذہب، ہندو فلسفہ، فلسفہ ایران اور اسلامی تعلیم کا مجموعہ ہے۔ علامہ اقبال نے اسرارِ خودی میں حافظ شیرازی پر تنقید کی جو کہ ان کے فلسفہ تصوف پر تھی۔ ویسے اقبال بزرگانِ دین کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ شیخ علی ہجویری، معین الدین چشتی، بوعلی شاہ قلندر، حضرت میاں میرولی، نظام الدین اولیاء، حضرت امام علی الحق کے مزارات پر حاضری دیتے رہے۔ اقبال نے تصوف کے بعض مسلکوں پر اختلاف کیا ہے۔

مولانا اسلم جیراپوری کو ایک خط میں فرماتے ہیں

"تصوف سے اگر اخلاص فی العمل مراد ہے تو کسی مسلمان کو اس امر پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ہاں جب تصوف فلسفہ بننے کی کوشش کرتا ہے اور نظام عالم کے حقائق اور باری تعالیٰ کی ذات کے متعلق موشگافیاں کر کے کشفی نظریہ پیش کرتا ہے تو میری روح اس کے خلاف بغاوت کرتی ہے۔

(مرتب)

1۔ حیرت کی بات

یہ حیرت کی بات ہے کہ تصوف کی تمام شاعری مسلمانوں کے پولیٹکل انحطاط کے زمانے میں پیدا ہوئی۔

2۔ حافظ پر تنقید

خواجہ حافظ پر جو اشعار میں نے لکھے تھے ان کا مقصد محض ایک لٹریری اصول کی شرح اور توضیح تھا۔ خواجہ کی پرائیوٹ شخصیت یا ان کے معتقدات سے سروکار نہ تھا۔

3۔ اجنبی پودا

تصوف کا وجود ہی سرزمین اسلام میں ایک اجنبی پودا ہے جس نے عجمیوں کی دماغی آب وہوا میں پرورش پائی ہے۔

4۔ غیر اسلامی عناصر

تصوف کی تاریخ غیر اسلامی عناصر کے خالی نہیں اور میں اگر مخالف ہوں تو ایک گروہ کا جس نے محمد عربی ﷺ کے نام پر بیعت لے کر دانستہ یا نادانستہ ایسے مسائل کی تعلیم دی ہے جو مذہب اسلام سے تعلق نہیں رکھتے۔

5۔ عجمی تصوف

میرا مقصد حفاظت اسلام ہے۔ عجمی تصوف جز و اسلام نہیں اس کے مرتبین بیشتر عجمی تھے۔ یہ ایک قسم کی راہبانیت ہے اس کے اثر سے اسلامی اقوام میں قوتِ عمل مفقود ہوگئی ہے۔

6۔تصوف اور اخلاص

تصوف سے اگر اخلاص فی العمل مراد ہے تو کسی مسلمان کو اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ہاں جب تصوف فلسفہ بننے کی کوشش کرتا ہے اور نظام عالم کے حقائق اور باری تعالیٰ کی ذات کے متعلق موشگافیاں کر کے کشفی نظریہ پیش کرتا ہے تو میری روح اس کے خلاف بغاوت کرتی ہے۔

7۔تاریخ تصوف

یہ ضروری ہے کہ تصوف اسلامیہ ایک تاریخ لکھی جائے جس سے معاملہ صاف ہو جائے۔اور غیر اسلامی عناصر کی تقطیع ہو جائے سلاسل تصوف کی تاریخی تنقید بھی ضروری ہے۔

8۔تصوف کی شاعری

تصوف کی تمام شاعری مسلمانوں کے پولیٹکل انحطاط کے زمانے میں پیداوار ہے اور ہونا بھی چاہیے تھا۔جس قوم میں طاقت اور توانائی مفقود ہو جائے جیسا کہ تاتاری یورش کے بعد مسلمانوں میں مفقود ہو گئی تو پھر قوم کا نقطہ نظر بدل جایا کرتا ہے۔اس کے نزدیک ناتوانی ایک حسین وجمیل شے ہو جاتی ہے۔اور ترک دنیا موجبِ تسکین۔اس ترکِ دنیا کے پردے میں قومیں اپنی سستی و کاہلی اور شکست کو جو تنازع اللبقا میں ہو چھپایا کرتی ہیں خود ہندوستان کو دیکھیے کہ ان کے ادبیات کا انتہائی کمال لکھنؤ کی مرثیہ گوئی پر ختم ہوا۔

9۔ تصوف کا مطلب

اسلام کو دین فطرت کے طور پر Realise کرنے کا نام تصوف ہے۔

10۔ تصوف کا ادبی حصہ

تصوف کے ادبیات کا وہ حصہ جو اخلاق و عمل سے تعلق رکھتا ہے نہائت قابل قدر ہے۔ کیونکہ اس کے پڑھنے سے طبعیت پر سوز و گداز کی حالت طاری ہوتی ہے۔ فلسفہ کا حصہ محض بے کار ہے اور بعض صورتوں میں میرے خیال میں تعلیم قرآن کے مخالف ہے۔

11۔ تصوف کا لفظ

تصوف کا لفظ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں موجود نہ تھا 150ھ میں یہ لفظ پہلے پہل استعمال ہوا اور رفتہ رفتہ تصوف کے عجمی حامیوں نے ایک ایسا اخلاقی اور معاشرتی نصب العین پیدا کر دیا جو آخر کا مسلمانوں کی بربادی کا باعث بنا۔

12۔ تصوف ایک فلسفہ

تصوف دراصل مابعد الطبیعات ہے جو اصطلاحوں نے نقاب میں مستور ہے۔

13۔ صوفی عقائد

مجھے اس مر میں اعتراف کرنے میں کوئی شرم نہیں کہ میں ایک عرصہ تک ایسے عقائد اور مسائل کا قائل رہا جو بعض صوفیا کے ساتھ خاص تھے۔ لیکن قرآان شریف پر تدبر کرنے کے بعد قطعاً غیر اسلامی ثابت ہوئے۔

14۔عجمی تصوف

مجھے معلوم ہے کہ مسلمانان ہند کے دل و دماغ میں عجمی تصوف غالب ہے۔ وہ عربیت کے تخیلات کے سمجھنے سے قاصر ہیں میں تو معمولی آدمی ہوں اگر نبی کریم ﷺ بھی دوبارہ پیدا ہو کر اس ملک میں اسلام کی تعلیم دیں تو غالباً اس ملک کے لوگ اپنی موجودہ کیفیات اور اثرات کے ہوتے ہوئے حقائق اسلامیہ کو نہ سمجھ سکیں۔

15۔اہلِ تصوف

اہلِ تصوف خصوصاً ہندوستان کے صوفیائے عظام نے اسلام کو رونق بخشی اور ہوائے تیغ و تلوار کے محض حسنِ عمل اور اخلاقِ محمدی کے ذریعے اس کی وہ اشاعت کی کہ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں میں چھ کروڑ یقیناً ان بزرگوں کے فیوض و برکات کا نتیجہ ہیں۔

16۔صوفیائے اکرام کا اثر

مسلمانوں کی زندگی پر صوفیائے اکرام نے بہت اثر ڈالا ہے۔تمام ایسے اوصاف جو اخلاقی پہلو سے انسانیت کا خاصہ ہیں محض ان ہی بزرگوں کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے۔انہوں نے انسانوں کو انسان پھر مسلمانوں کو مسلمان بنایا۔

17۔اہلِ تصوف کے فرائض

اہلِ تصوف خصوصاً ان بزرگوں کا جو صاحبِ اثر ہیں اپنے عقیدت مندوں کا بہت بڑا حلقہ رکھتے ہیں۔ یہ بہت ضروری ہے کہ اپنے معتقدوں اور ارادت مندوں کو اپنے اثر میں رکھیں۔ اور ان کی زندگی کو مذہبی اور اخلاقی پہلو سے ایک کامیاب زندگی بنا دیں۔ سوشل ترقی کے لئے جدو جہد کرنا بھی ایک قسم کی بیداری ہے اور یہ بیداری جب کبھی ہوگی حضرت صوفیاء پاک کے نفوس سے ہوگی۔

18۔صوفیاء کی کرامات

میں کرامتوں کا قائل ہوں اور میرا خیال ہے کہ وہ پاک نفوس جن کو اللہ تعالیٰ نے خاص دل ودماغ عطا کیا ہے جو تزکیہ نفس میں خاص کمال ہیں تیراز کمان رفتہ اور آب از جو رفتہ واپس لا سکتے ہیں۔

اشاریہ

1	خط بنام سراج الدین پال	اقبال نامہ حصہ اوّل شیخ عطا محمد
2	خط بنام محمد اسلم جیراپوری	ایضاً
3	خط بنام سید سلیمان ندوی	ایضاً
4	اسرارِ خودی اور تصوف	وکیل امرتسر 15 جنوری 1915
5	اسرارِ خودی مقالات	
6	خط بنام محمد اسلم جیراپوری	فیضانِ اقبال مرتبہ شورش کاشمیری
7	خط بنام شاہ سلیمان پھلواری	ایضاً
8	خط بنام مولوی سراج الدین پال فیضانِ اقبال	
9	انوارِ اقبال	رفیع الدین ہاشمی
10	مکاتبِ اقبال	مرتبہ شیخ عطا محمد حصہ اوّل
11	اسرارِ خودی مقالات	
12	نظریہ توحید علامہ اقبال کی تقریریں، تحریریں اور بیانات مترجم اقبال احمد صدیقی	
13	اسرارِ خودی اور تصوف	وکیل امرتسر
14	خط بنام نیاز الدین خان	
15	مکالمہ فوق اور اقبال کے درمیان	رسالہ طریقت اگست 1914
16	ایضاً	
17	ایضاً	
18	ایضاً	

باب پنجم

خودی

خودی

علامہ اقبال نے کہا تھا

''خودی وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں

''تو آب جو اسے سمجھا اگر تو چارہ نہیں''

دراصل خودی بذاتِ خود ایک وسیع و عریض فلسفہ صورتِ حال اور کیفیت کا نام ہے۔ عام لفظوں میں ہم خودی سے خودشناسی مراد لے سکتے ہیں۔ اور یہ خودشناسی خداشناسی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ جب ڈاکٹر نکلسن نے علامہ اقبال سے نظریہ خودی کی تشریح کی تو اقبال نے فرمایا۔ ''حیات تمام و کمال انفرادی حیثیت رکھتی ہے ہر موجود میں انفرادیت پائی جاتی ہے ایسی کوئی شے موجود نہیں جس حیات کلی کہہ سکیں۔ خدا خود بھی ایک فرد ہی ہے لیکن ایسا فرد جس کا عدیل و نظیر نہیں کائنات افراد کے مجموعے کا نام ہے۔ مگر اس مجموعے میں جو نظم و ترتیب ہم دیکھتے ہیں وہ کامل و دائم نہیں ہمارا قدم تدریجی طور پر بے نظمی انتشار نظم ترتیب کی طرف بڑھ رہا ہے اور کائنات مراتب تکمیل طے کر رہی ہے۔ ہنوز مکمل نہیں۔

''یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید

کہ آ رہی ہے دمادم صدائے کن فیکون''

اقبال کا نظریہ حیات یا خودی اس سعی کا نام ہے جو مرتبہ جبر سے مرتبہ اختیار تک پہنچا ہے۔ اقبال کے نزدیک خودی کا استحکام حاصل ہونے میں ۱۔ قوانین کی اطاعت ۲۔ ضبطِ نفس ۳۔ نیابت الٰہی ان تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ نیز ان امور سے خودی کا جذبہ مردہ ہو جاتا ہے۔

۱۔ ترک دنیا،۲۔جھوٹا تصوف،۳۔تقدیر کا غلط مفہوم،۴۔سوال اور کورانہ تنقید۔

(مرتب)

1۔ تربیت یافتہ خودی

خودی تربیت یافتہ ہو یا غیر تربیت یافتہ ہر حال میں خودی رہے گی۔اس کا جوہر ہے یکتائی۔ ہر خودی اپنی جگہ یکتا ہے ہر خودی کا ایک تشخص ہے اور ایک انفرادیت ہے۔

2۔ سچی خودی

میں اس خودی کا حامی ہوں جو سچی بے خودی سے پیدا ہوتی ہے۔یعنی جو نتیجہ ہے۔ہجرت الی الحق کا اور باطل کے مقابلے میں پہاڑ کی طرح مضبوط ہے۔

3۔ مفہوم

خودی کا مفہوم محض احساس نفس یا تعین ذات ہے۔

4۔ وجود

خودی کا وجود خدا سے الگ نہیں۔

5۔ حدودِ خودی

حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں سے محسوس کرنے کا نا طریقت ہے۔

6۔ فعل

جو فعل خودی کو مستحکم کرے وہ حسین ہے جو خودی کو ضعیف بنائے وہ قبیح ہے۔

7۔خودی سے

انسان کا انجام کچھ بھی ہو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ اپنی انفرادیت کھو دے۔ یہ انفرادیت بہرحال قائم رہنی چاہیے۔اور اس کی حفاظت صرف خودی سے ہو سکتی ہے۔

8۔اقوام کی خودی

جب تک اقوام کی خودی قانون الٰہی کی پابند نہ ہو امنِ عالم کی کوئی سبیل نہیں نکل سکتی۔

9۔علم وفن کا مقصد

علم وفن کا مقصد اصلی محض آگاہی نہیں ہے بلکہ یہ کہ انسان علم کی بدولت اپنی زندگی اور خودی کی حفاظت کے طریقے سے آگاہ ہو جائے۔ مذہب کا مقصد بھی یہی ہے جو لوگ فن برائے فن کہ قائل ہیں وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں فلسفہ، آرٹ اور مذہب اگر خودی کی حفاظت میں معاون نہ ہوں تو بالکل بیکار ہیں۔

''دراطاعت کوش سے غفلت شعار

می شو داز جبر پیدا اختیار''

10۔ بقائے روح

انسان کو اس کے حصول کے لئے جدو جہد کرنی لازم ہے۔ یہ وہ نعمت ہے جو مفت نہیں ملتی صرف وہ لوگ جو اس نعمت کو حاصل کر سکیں گے جو اس کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں گے۔ سکرات الموت میں بھی کوئی مصلحت ضرور پوشیدہ ہے ممکن ہے کہ اس کی بدولت خودی میں یہ طاقت پیدا ہو جائے کہ وہ انتشار سے محفوظ رہ سکے۔

11۔ مذہب کا دارومدار عقل پر ہے یا جذبات پر

یہ سوال ہی غلط ہے حقیقت حال یہ ہے کہ جب ایغو (خودی) اپنے گرو پیش کی دنیا کا جائزہ لیتی ہے تو اس میں جذبہ، شعور، اور ارادہ تینوں کارفرما ہوتے ہیں مذہب کا تعلق انسان سے ان تینوں پہلوؤں سے ہے کوئی جذبہ ایسا نہیں جس میں خودی کے دوسرے پہلو (شعوراور ارادہ) شامل نہ ہوں۔ مثلاً علم الدین شہید کا جذبہ اس کی مکمل شخصیت کی گہرائی سے اُبھرا تھا اس میں شعوراور ارادہ بھی شامل تھا۔

12۔ ایغو

ایغو کے لئے غیر ایغو (Non- ego) کا ہونا ضروری ہے۔ جب تک آپ غیر کو ثابت نہ کریں ایغو کو ثابت نہیں کر سکتے۔ ایغو کو مشخص کرنے کے لئے اسے اغیار سے متمیز کرنا ضروری ہے اور اس امتیاز کے لئے دوسری اشیاء کا وجود ضروری ہے جن کے مقابلے میں یا موجودگی میں ذہن کسی خاص شے کے وجود کا تصور کر سکتا ہے۔ الغرض انا کے لئے غیر انا کا وجود ضروری ہے۔

13۔غم اور خوف

غم اور خوف یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں کہ خودی کو تباہ کر دیتی ہیں اور ایک مسلمان جب تک ان دو عیبوں سے پاک نہ ہو جائے حقیقی معنی میں مسلمان نہیں ہو سکتا۔اور ان کے ازالے کی صورت یہ ہے کہ انسان توحیدِ الٰہی کو اپنے دل میں پختہ کر لے۔

14۔وحدتوں کا نظام

مادہ اسفل درجہ کی خودی وحدتوں کا نظام ہے جب ان خودی وحدتوں کا اجتماع اور بین العملی میں ایک خاص قسم کا تعاون پیدا ہو جاتا ہے۔تو اس سے اعلٰی درجہ کی خودی پیدا ہو جاتی ہے۔گویا یہ وہ منزل ہے جہاں عالم رنگ و بو میں اپنی راہنمائی خود پیدا کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

اشاریہ

1 اقبال کے حضور مرتب سید نذیر نیازی 24 جنوری 1938 صفحہ 83

2 اکبر الہ آبادی کے نام خط 25 اکتوبر 1915

3 دیباچہ اسرارِ خودی اشاعت اوّل 1915

4 راویات نذیر نیازی

5 ظفر احمد صدیقی کے نام خط اقبال نامہ حصہ اوّل

6 روزگار فقیر جلد اوّل صفحہ 188

7 خطبہ چہارم تشکیل جدید الہیات اسلامیہ صفحہ 197

8 انوارِ اقبال صفحہ 219

9 اقبال کے بعض ملفوضات از یوسف سلیم چشتی، اقبال ریویو، جولائی 1964 جلد 5 شمارہ 20

10 ایضاً

11 ایضاً

12 ایضاً

13 ایضاً

14 خطبات تشکیل جدید الہیات

باب ششم

شاعر نہیں ہوں میں

شاعر نہیں ہوں میں

جب علامہ اقبال نے سکول و کالج میں شعر کہنے شروع کیے تو اس وقت داغ اور غالب دو بڑے شاعر تھے۔ جن سے شاعر متاثر ہوتے تھے۔ اقبال نے بھی داغ کی شاگردی اختیار کی اور اس کے رنگ میں شعر کہے۔ مگر جوں جوں انہوں نے اسلامی تاریخ، فقہ، مسلم ممالک کی حالتِ زار اور اسلام، یونانی اور اسلامی فلسفہ کا مطالعہ کیا اور اپنے Vision اور مغربی تہذیب کے اثرات کے آمیزہ سے فکرِ اقبال کی راہیں متعین کیں۔ تو ان کی شاعری نے لکھنؤ اور دہلی کے مروجہ سانچوں سے علیحدہ راہ اختیار کی۔

ابنِ رشیق (متوفی 1070ء) نے شعراء کو 5 گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ متشدق: جن کے کلام میں پُرشکوہ الفاظ ہوتے ہیں اور بس۔

۲۔ متعیقر: جو اختراع معنوں اور تجدید لفظی کے قائل ہیں۔

۳۔ مستغنی: جن کا کلام خصوصیات معنوی و لفظی سے بالکل عاری ہوتا ہے۔

۴۔ متصم: جن کے کلام میں اختراع معنوی و تجدید لفظی کے علاوہ شوکت الفاظ بھی پائی جاتی ہے۔

۵۔ قفقع: جو معانی کو الفاظ پر ترجیح دیتے ہیں۔

مگر اقبال اس امر سے داعی ہے کہ شاعر اپنے کلام کو حکیمانہ خیالات کا آئینہ بنا سکتا ہے۔ سترھویں صدی کے مابعد الطبعیاتی شاعر جون ڈن کی شاعری میں فکر و جذبہ کا حسین امتزاج ہوتا ہے۔ اسی طرح اقبال کی شاعری میں اسلامی امہ، اسلام، مسلمان کی تمدنی حیثیت کی فکر اور ان میں بیداری پیدا کرنے کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ (مرتب)

1۔ شعراء

میری ہرگز خواہش نہیں کہ اس زمانے کے شعراء میں میرا شمار ہو۔

2۔ شاعر

میں شاعر کی حیثیت سے شہرت کا آرزومند نہیں ہوں

3۔ اشعار

میں اپنے شعروں کا مطلب آپ بیان کر کے ان کے معنی کو محدود نہیں کرنا چاہتا۔ میرا کام لکھنا تھا جس کا سمجھنا آپ کا کام۔

4۔ شعر

شعر سننے سنانے کی چیز نہیں، تنہائی میں بیٹھ کر پڑھنے کی چیز ہے۔

5۔ میری شاعری

میری شاعری اسلامی تفکر اور قرآنی فقہ کی تعبیر و تفسیر ہے۔ اس کا آرٹ کے مغربی تصور سے کوئی تعلق نہیں۔

6۔ آئندہ نسلیں

شاعری میں لٹریچر بحیثیت لٹریچر مطمع نظر نہیں رہا۔ کہ فن کی باریکیوں کی طرف توجہ کرنے کے لئے وقت نہیں مقصود صرف یہ ہے کہ خیالات میں انقلاب پیدا ہو اور بس۔۔۔۔۔۔کیا عجب آئندہ نسلیں مجھے شاعر تصور نہ کریں۔

7۔ نصب العین

میرے زیرِ نظر حقائق اخلاقی اور ملّی ہیں زبان میرے لئے ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔

8۔ قرآن کی تفسیر

میرے کلام کو آرٹ (شاید اس کا مغربی تصور مراد تھا) سے کیا تعلق ہے۔ میری شاعری اسلامی تفکّر اور فقہ کی تفسیر اور تعبیر ہے۔

9۔ فکر و جذبہ

میں نے کبھی ایسا کوئی شعر نہیں کہا جسے میں نے اپنے قلب میں محسوس نہ کیا ہو۔ اور محض عقل کے زور سے کہہ دیا ہو۔ یعنی میرے اشعار میں فکر اور جذبہ دونوں کا امتزاج پایا جاتا ہے۔

10۔ شعر کا معیار

میری شاعری کو شعر کے معیار پر جانچنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اسرارِ خودی سے لیکر بالِ جبرائیل تک ہر کتاب میں میں نے یہی لکھا ہے کہ شاعری میرے لئے مقصود بالذات نہیں ہے میں تو مسلمانوں کے سامنے حقائق حیات بیان کرتا ہوں اور انہیں مشکلاتِ زندگی کا مقابلہ کرنے کا مشورہ دیتا ہوں لیکن مسلمانوں پر گذشتہ تین سو سال سے رومانیت کی وجہ سے ایسا رنگ چڑھ گیا ہے کہ اگر کوئی شخص انہیں بذریعہ شعر حقائقِ حیات کی دعوت دے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ شاعری نہیں ہے بالفاظ دیگر ان کی نظر میں شاعری وہ ہے جس میں خلافِ عقل اور تخیلی باتیں ہوں۔ جن کو حقیقت سے کوئی سروکار نہ ہو۔

11۔ شہرت

لوگ بدقسمتی سے مجھے بحیثیت ایک شاعر ہی جانتے ہیں لیکن میں شاعر کی حیثیت سے شہرت کا آرزومند نہیں ہوں۔

12۔ میں اور شعراء

آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنے آپ کو شاعر تصور نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کبھی بحیثیت فن کے میں نے اس کا مطالبہ کیا ہے پھر میرا کیا حق ہے کہ میں صفِ شعراء میں بیٹھوں۔

13۔شاعر کی قدر و قیمت

فرد اور ملّی اعتبار سے کسی شاعر کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے کے لئے کوئی معیار ہونا چاہیے۔ کہ اگر کسی شاعر کے اشعار اغراضِ زندگی سے ممد ہیں تو وہ شاعر اچھا ہے اور اگر اس کے اشعار زندگی کے منافی ہیں یا زندگی کی قوت کو کمزور اور پست کرنے کا میلان رکھتے ہیں تو وہ شاعر خصوصاً قومی اعتبار سے مضرت رساں ہے۔

14۔مشاہدات باطنی

جب کوئی شخص اچھا شعر کہتا ہے یا اچھی تصویر بناتا ہے تو اس پر تنقید کے لئے کسی مہندس یا منجم کے پاس نہیں جاتا۔ بلکہ کسی شاعر یا مصور کے پاس جاتا ہے۔لہذا ایک فلسفی یا منطقی کسی باطنی مشاہدے پر کس طرح تنقید کر سکتا ہے۔یاد رکھو! مذہبی تجارب (مشاہدات باطنی) عقل کی دسترس سے باہر ہیں۔

15۔قافیہ کی شرط

غزل اور رباعی کے لئے قافیہ کی شرط تو لازمی ہے اگر ردیف بھی بڑھا دی جائے تو سخن میں اور بھی لطف بڑھ جاتا ہے۔البتہ نظم ردیف کی محتاج نہیں قافیہ تو ہونا چاہیے۔

16۔شعر کی قوت

ایک ہی شعر کا اثر مختلف قلوب پر مختلف ہوتا ہے۔ بلکہ مختلف اوقات میں مختلف ہوتا ہے۔ اس اختلاف کی وجہ قلوبِ انسانی کی اصل فطرت اور انسانیت تعلیم و تربیت اور تجربہ کا اختلاف ہے۔ اگر کسی شعر سے مختلف اثرات مختلف قلوب پر پیدا ہوں تو یہ بات شعر کی قوت اور زندگی دلیل ہے۔

17۔اوراق پریشان

میں کیا میرا کلام کیا!۔نہ مجھے ان اوراق پریشان جمع کرنے کی فرصت ہے نہ حقیقت میں ان کی ضرورت محض دوسروں کا دل لبھانے کے لئے کبھی کبھی کچھ لکھتا ہوں اور وہ بھی مجبوراً۔

18۔زبان۔۔ایک بت

زبان کو میں ایک بت تصور نہیں کرتا جس کی پرستش کی جائے۔ مگر اظہارِ مطالب کا ایک انسانی ذریعہ خیال کرتا ہوں زندہ زبان انسانی خیالات کے انقلاب کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔

19۔شاعری کا قلعہ

ہم نے پابندی عروض کی خلاف ورزی کی تو شاعری کا قلعہ بھی منہدم ہو جائے گا۔

موجودہ شعراء کا کام تعمیری ہونا چاہیے نہ کہ تخریبی۔

20۔شاعر کی آنکھیں

جب شاعر کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں۔تو دنیا کی بند ہوتی ہیں اور جب شاعر کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتیں ہیں تو دنیا کی آنکھیں کھل جاتیں ہیں۔

21۔زندگی کی بنیاد

شاعر قوم کی زندگی کی بنیاد کو آباد کر سکتا ہے اور برباد بھی، جو حسنِ قوت سے خالی ہو محض موت ہے۔آرٹ آلہ تفریح نہیں ایجاد اور اختراع ہے۔

22۔میں شاعر نہیں ہوں

میں نے کبھی اپنے آپ کو شاعر نہیں سمجھا اس واسطے کوئی میرا رقیب نہیں اور نہ میں کسی کو اپنا رقیب تصور کرتا ہوں۔فن شاعری میں مجھے کبھی دلچسپی نہیں رہی ہاں بعض مقاصدِ خاص رکھتا ہوں جن کے بیان اس ملک کے حالات و روایات کی رو سے میں نے نظم کا طریقہ اختیار کیا۔

23۔شاعری

پروفیسر آرنلڈ نے شاعری کی تعریف کی ہے کہ زندگی کا انتقاد ہے۔میں اس کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں بشرطیکہ لائف نہیں بلکہ ڈیوائن لائف کا انتقاد کہا جائے۔

24۔زبانوں کی نشو و نما

زبانیں اپنی اندرونی قوتوں سے نشو و نما پاتی ہیں اور نئے نئے خیالات و جذبات کے ادا کر سکنے پر ان کے بقا کا انحصار ہے۔

25۔آئندہ نسلوں کا شاعر

شاعری میں لٹریچر بحثیت لٹریچر مطمع نظر نہیں رہا۔ کہ فن کی باریکیوں کی طرف توجہ کرنے کے لئے وقت مقصود صرف یہ ہے کہ خیالات میں انقلاب پیدا ہو اور بس۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر جن خیالات کو مفید سمجھتا ہوں ان کو ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کیا عجب آئندہ نسلیں مجھے شاعر تصور کریں۔

اشاریہ

1 شوکت حسین کے نام خط

2 عطیہ فیضی کے نام خط

3 ملفوظات، حفیظ ہوشیار پوری

4 ذکرِ اقبال، عبدالحمید سالک

5 ملفوظات، عابد علی عابد

6 سید سلیمان ندوی کے نام خط (اقبال نامہ شیخ عطاء محمد صفحہ 108)

7 ایضاً

8 دو ملاقاتیں، عابد علی عابد، ملفوظات محمود نظامی،
نفائس اقبال مرتبہ شیما مجید

9 اقبال کے بعض ملفوظات، یوسف سلیم چشتی، اقبال ریویو جولائی 1964

10 ایضاً

11 عطیہ بیگم کے نام صفحہ 140

12 خواجہ حسن نظامی کے نام (اقبال نامہ حصہ اوّل صفحہ 367)

13 اسرارِ خودی اور تصوف (مقالاتِ اقبال مرتبہ عبدالواحد نعیمی)

14 اقبال کے بعض ملفوظات، یوسف سلیم چشتی، اقبال ریویو جولائی 1964

15 خط بنام ڈاکٹر عباس علی (اقبال نامہ شیخ عطاء محمد صفحہ 279)

16 خط بنام مولوی صالح محمد (اقبال نامہ حصہ دوم)

17 خط بنام شاطر مدراسی (اقبال نامہ حصہ دوئم)

18 خط بنام عبدالرب نشتر (اقبال نامہ شیخ عطاء محمد)

19 خط بنام عباس علی اقبال نامہ

20 روزگارِ فقیر جلد اوّل صفحہ 65

21 مقالات، کابل میں تقریر صفحہ 218

22 خط بنام سید نذیر نیازی 20 اگست 1935

23 خط بنام پروفیسر شجاع اقبال نامہ

24 انڈیا سوسائٹی لندن سے خطاب انقلاب 22 نومبر 1931

باب ہفتم

ہاں پاکستان

ہاں پاکستان

عشاقِ اقبال اکثر اوقات اقبال کا تصور پاکستان خطبہ الہ آباد سے شروع کرتے ہیں امر واقعہ یہ ہے کہ اقبال آغازِ شعور سے ہی علیحدہ وطن کی کوشش کر رہے تھے۔ اقبال کا خیال تھا کہ اسلام کوئی ایسا فکری نظام نہیں جس کا تعلق صرف انسان کی اندرونی کیفیات سے ہو اور اس کے گردوپیش پر اس کا کوئی اثر نہ پڑے۔ بلکہ یہ ایک ایسا جامع اور ہمہ گیر نظامِ حیات ہے جس سے متعدد بڑے بڑے نظام تخلیق پاتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ایک ایسا نظامِ سیاست وجود میں آتا ہے جس میں تمام قانونی تصورات پوشیدہ ہوتے ہیں۔

اگرچہ شروع میں اقبال قائداعظم اور دوسرے مسلم سیاستدانوں اور مفکرین کی طرح متحدہ قومیت کے قائل تھے مگر کی عمیق نظروں نے اس اتحاد کو پارہ پارہ ہوتے دیکھ لیا تھا۔ 28 مارچ 1909ء کو فرخ صاحب لکھتے ہیں۔

''باوجود کوشش بلیغ کے مسلمان برہمو سماج اور کانگریس مجالس سے متنفر ہیں اور اب تک ہیں خیر ان کی نسبت کو کہا جا سکتا ہے کہ ان دو طریقوں سے روکنے والے بہت سے تھے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ جس شہر یا گاؤں میں دو سکول تھے ایک ہندوؤں کا دوسرا عیسائیوں کا۔ تو مسلمان فطرتاً عیسائیوں کے سکول کی طرف متوجہ ہوتے۔ خواہ ہندوؤں کا مدرسہ بھی ان کے لئے کشادہ ہو یہ ایسے حالات ہیں کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے لئے کوئی متفقہ حکمتِ عملی سوچنے کے لئے ان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ میں خود اس خیال کا حامی رہ چکا ہوں کہ امتیازِ مذہب اس مذہب سے اٹھ جانا چاہیے۔ اب تک پرائیوٹ زندگی میں اس پر کار بند ہوں مگر اب میرا یہ خیال ہے کہ قومی شخصیت کو محفوظ رکھنا ہندوؤں اور مسلمانوں

دونوں کے لئے ضروری ہے ہندستان میں مشترک قومیت پیدا کرنے کا خیال نہائت خوبصورت ہے اور شعریت سے معمور ہے تاہم موجودہ حالات اور قوموں کی نادانستہ رفتار کے لحاظ سے ناقابل ہے۔'' یہ تھا پاکستان کا آغاز!

(مرتب)

1۔ہاں پاکستان

تھوڑا بہت اتحاد جو لیگ کی بدولت قائم ہو گیا ہے۔ بڑا امید افزا ہے۔ کانگریس کسی حد تک مرعوب ہے اس اتحاد کے نتائج بڑے شاندار ہونگے اگر کہیں مسلمانوں کو ایک قطعہ اراضی مل جائے تو اور بھی اچھا ہو۔

میں نے کہا پاکستان

فرمایا! ہاں پاکستان

2۔پاکستان۔۔۔مسلمانوں کی مستحکم ریاست

میں چاہوں گا کہ پنجاب، شمال سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان کو ختم کر کے واحد ریاست بنا دیا جائے اور اسے خود مختاری دی جائے۔ برطانوی سلطنت کے اندر یا برطانوی سلطنت کے باہر، شمال مغربی ہندی مسلمانوں کی ایک مستحکم ریاست کا قیام مسلمانوں کی حتمی تقدیر نظر آتی ہے۔

3۔ہندوستان میں ایک قوم نہیں

ہندوستان میں ایک نہیں کئی قومیں بستی ہیں ہندوستان بھی محض ایک جغرافیائی اصطلاح ہے۔اور اس کا اتحاد بیرونی حملے سے خطرے کا نتیجہ ہے۔

4۔مسلمانوں کا پولیٹکل پروگرام

آج میں نہائت صاف لفظوں میں کہنا چاہتا ہوں کہ اگر مسلمانوں کو ہندوستان میں بحثییت مسلمان ہوکر زندہ رہنا ہے تو اس کو جلد از جلد اپنی اصلاح اور ترقی کے لئے کوشش کرنی چاہیے۔اور جلد از جلد ایک علیحدہ پولیٹکل پروگرام بنانا چاہیے۔

5۔اسلام ایک تمدنی قوت

انگریزوں اور ہندوؤں کو علیحدہ مسلم ریاست کی تجویز سے پریشاں نہ ہونا چاہیے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحثییت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک مخصوص علاقے میں مرکزیت قائم کر سکے۔ ہندوستان مسلمانوں کے اس زندہ اور جاندار طبقے کی بدولت برطانیہ جس نے کی ناانصافیوں کے باوجود فوج اور پولیس میں شریک ہوکر انگریزوں کو اس قابل بنایا ہے کہ وہ اس ملک پر حکومت قائم رکھ سکیں۔

اشاریہ

1 اقبال کے حضور، سید نذیر نیازی

2 خطبہ الہ آباد، آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس 29 دسمبر 1930

3 اقبال کے حضور، سید نذیر نیازی

4 آل پارٹیز کانفرنس دہلی سے خطاب 29 جنوری 1928

5 خطبہ الہ آباد، فیضانِ اقبال از شورش کاشمیری

باب ہشتم

علم، معلم اور تعلیم

علم، معلم اور تعلیم

اقبال کا نظریہ تعلیم

سر سید کے دور سے مسلمانوں کے لئے نظامِ تعلیم کا موضوع درگاہوں اور درسگاہوں، مسجدوں اور مکتبوں، دینی مدرسوں اور جدید ترین تعلیمی اداروں میں متنازعہ فیہ بنا رہا۔ ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگِ آزادی کے بعد مسلمانوں سے انتقام لیا گیا۔ انتقام کی اس ہوا سے بچنے کی بجائے قدیم طرزِ فکر رکھنے والے علمائے دین نے مسلمانوں کو جدید تعلیم کے حصول سے مخالفت کی اور سر سید مجرم ٹھہرے۔ مگر یہ دونوں مکتبہ ہائے فکر انتہا پسند تھے۔ علامہ اقبال کے نزدیک محض دینی تعلیم کا حصول جدید تقاضوں کے ہم آہنگ نہیں تھا۔ اور لارڈ کلائیو کا وضع کردہ نظامِ تعلیم خوئے غلامی پیدا کرنے کا ایک ذریعہ تھا۔ جو دینی حاصل کرنے والے افراد کے لئے قابلِ قبول نہیں تھا۔ جہاں تک مدرسوں میں علم کی تحصیل کا تعلق ہے علامہ اقبال نے اس طرزِ تعلیم کی مخالفت نہیں کی مگر وہ دینی تعلیم کو محض دینی فروعات اور فرقہ پسندی مکتبہ ہائے فکر کی تشہیر کی تعلیم کو مقصد نہیں سمجھتے انہوں نے فرمایا تھا کہ ''میرا یہ دعویٰ ہے کہ دنیا کی کسی قوم نے ایسی اعلیٰ اور قابلِ تلقید مثالیں اپنے افراد میں پیدا نہیں کیں جیسی ہماری قوم نے کی ہیں لیکن بہ این ہمہ ہمارے نوجوان کو مغربی تاریخ کے مشاہیر سے رجوع کرنا پڑا ہے چنانچہ عقلی اور ادراکی لحاظ سے وہ مغربی دنیا کی غلام ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کی روح صیح القوام خودداری کے عنصر سے خالی ہے جو اپنی قومی تاریخ اور قومی لٹریچر کے مطالعہ سے حاصل ہوتی ہے۔ ہم نے اپنی تعلیمی جدوجہد میں اس حقیقت پر نظر نہیں ڈالی کہ اغیار کے تعاون کو ہر وقت اپنا رفیق بنائے رکھنا اپنے تئیں اس تمدن کا حلقہ

بگوش بنالینا ہے۔ یہ وہ حلقہ بگوشی ہے جس کے نتائج کسی دوسرے مذہب کے دائرے میں داخل ہونے سے بڑھ کر خطرناک ہیں''

(خطبہ صدارت مسلم کانفرنس لاہور، ۲۱ مارچ ۱۹۳۱ء)

علاوہ ازیں علامہ اقبالؒ کو مغربی علوم کے حصول سے نہیں بلکہ مغربی طرزِ تعلیم سے چڑتھی جس کی بنیاد یورپی ثقافت، تمدن اور تہذیب پر قائم ہے یعنی مغربی تعلیم سے ہم اپنی مسلم شناخت کھودینے کا عزم کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال جو مسلم ثقافت کی حفاظت کے لئے ریاست کا تصور پیش کرتے تھے وہ یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ آزاد مسلم ریاست میں غلامانہ طرزِ تعلیم کو فروغ دیا جائے۔ جس کے بعد طالب علموں میں آزاد اور اسلامی روش اور اسلامی فکر کی نمو کی بجائے غلامانہ طرزِ فکر ہو، اس لئے علامہ اقبال محض دینی تعلیم سے مطمئن نہیں تھے۔ انہوں نے موجودہ دور کی عمرانی اور سیاسی ضرورت کا خیال کرتے ہوئے جدید فقہ اسلامی کی تشکیل کے کام کو اہمیت دی۔ نظامِ تعلیم کے ضمن میں یہ بات بہت اہم ہے کہ علامہ اقبال موجودہ دور کے نام نہاد ماہرین تعلیم (جو محض تحقیق کے لئے غیر ملکی یونیورسٹیوں سے اعلیٰ ڈگریاں لے کر ملک میں وارد ہوتے ہیں) کی طرح طلباء معلمین اور تدریسی ادارے کے ماحول سے بے خبر نہیں تھے۔ وہ مطالعے کے ساتھ مشاہدے اور تجربے کی اہمیت کے بھی قائل تھے۔ انہوں نے بحیثیت استاد اورینٹل کالج، اسلامیہ کالج، لندن یونیورسٹی اور گورنمنٹ کالج لاہور میں عملی تجربہ حاصل کیا اور مطالعے سے اسلامی طرزِ تعمیر کا خاکہ تیار کیا۔ انہوں نے چوہدری نیاز علی خان کو دارالاسلام ٹرسٹ کے زیرِ اہتمام اسلامی تعلیمی ادارہ تشکیل کرنے کے مشورہ دیئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مسلم کانفرنس ۱۹۳۱ء کے خطبہ لاہور میں ایک مثالی اور تصوراتی ادارے کا خاکہ بھی پیش کیا۔ اس

خطبے میں انہوں نے فرمایا" یہ ضروری ہے کہ ایک نیا مثالی دارالعلوم قائم کیا جائے جس میں مسند نشین اسلامی تہذیب ہواور جس میں قدیم وجدید کی آمیزش عجیب ودلکش انداز میں ہو ہو۔زمانے کے رجحانات کا لطیف احساس اور مسلمانوں کی تاریخ اور مذہب کے مفہوم کی تفسیر لازمی ہے"

آج اتنے برسوں بعد ہم پاکستان میں ماہرین تعلیم سے سوال کرتے ہیں کہ کیا ہم نے علامہ اقبال کا خواب پورا کیا ہے اگر نہیں کیا تو یہ کوتاہیاں کب ختم ہوں گی؟

مضمون مرتب۔مطبوعہ روزنامہ امروز 30 نومبر 1979 (خواجہ اعجاز احمد بٹ)

1۔ تعلیمی اساس

مسلمان نوجوانوں کی تعلیمی اساس اگر دینی اور اخلاقی نہ ہو تو اس میں سیر چشمی، بلند نظری، اور خودداری کے وہ اوصافِ حسنہ نہیں پیدا ہو سکتے جو اسلامی سیرت کے لئے مایہ الامتیاز ہیں۔

2۔ تعلیم اور علم

آج کل تعلیم زیادہ ہے لیکن علم نہیں پہلے زمانے میں علم زیادہ تھا اور تعلیم کم۔

3۔ معلم

معلم حقیقت میں قوم کے محافظ ہیں سب محنتوں سے اعلیٰ درجے کی محنت اور سب کارگزاریوں سے زیادہ بیش قیمت کارگزاری، معلم کی کارگزاری ہے معلموں ہی سے علم کا سچا عشق پیدا ہوتا ہے اس میں تمدنی اور سیاسی برتری مخفی ہے جس سے قومیں معراج کمال تک پہنچ سکتی ہیں۔

4۔ مثالی دارالعلوم

یہ امر قطعی طور پر ضروری ہے کہ ایک نیا مثالی دارالعلم قائم کیا جائے جس میں مسند نشین اسلامی تہذیب ہو اور جس می قدیم جدید آمیزش عجیب دلکش انداز سے ہوئی ہو۔ اس قسم کی مثالی تصویر کھینچنا آسان کام نہیں اس کے لیے اعلیٰ تخیل، زمانہ کے رجحانات کا لطیف احساس اور مسلمانوں کی تاریخ اور مذہب کے مفہوم کی صحیح تفسیر لازمی ہے۔

5۔قوم کے محافظ

معلم حقیقت میں قوم کے محافظ ہیں کیونکہ آئندہ نسلوں کو سنوارنا اوران کو ملک کی خدمت کے قابل بنانا انہی کی قدرت میں ہے۔پس تعلیم یافتہ اصحاب کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے پیشے کے تقدس اور بزرگی کے لحاظ سے اپنے طریقِ تعلیم کو اعلیٰ درجے کے علمی اصولوں پر قائم کرے۔جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے دم قدم کی بدولت علم کا ایک سچا عشق پیدا ہوگا۔جس کی گرمی میں وہ تمدنی اور سیاسی سرسبزی مخفی ہے.جس نے قومیں کمالِ معراج تک پہنچ سکتی ہیں۔

6۔غفلت

میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہندوستانیوں اورخصوصاً مسلمانوں کوتعلیم کی تمام شاخوں سے زیادہ صنعت کی تعلیم پر زور دینا چاہیے۔واقعات کی رو سے یہ بات وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ جوقوم تعلیم کی اس نہائت ضروری شاخ کی طرف توجہ نہیں کرے گی وہ یقیناً ذلیل وخوار ہو جائے گی۔یہاں تک کہ صفحہ ہستی پر اس کا نام ونشان بھی نہیں رہے گا۔لیکن افسوس کہ مسلمان بالخصوص اس سے غافل ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہ اپنے غفلت کا خمیازہ نہ اُٹھائیں۔

7۔تفکر

فلسفیانہ غور وتفکر میں قطعیت کوئی چیز نہیں جیسے جیسے جہاں علم میں ہمارا قدم آگے بڑھتا ہےاورفکر کے نئے راستے کھل جاتے ہیں۔

8۔ غیر دینی تعلیم

تعلیم کا تمام غیر دینی ہو جانا مسلمانوں کے لئے مصیبت کا باعث بنا ہوا ہے۔

9۔ ہندوستان کے تعلیم یافتہ مسلمان

''میرا مدت العمر کا مطالعہ اور مشاہدہ مجھے یقین دلا چکا ہے کہ یہ لوگ بالکل بے کار ہیں بالخصوص ہندوستان کے تعلیم یافتہ مسلمان'' اگر کبھی کام آسکتے ہیں تو غریب مزدوری پیشہ یا دکان دار مسلمان جن کے لئے اُن کے دل میں محبت اور احترام ہے اور جن سے مل کر انہیں حقیقی خوشی ہوتی ہے لیکن تعلیم یافتہ مسلمانوں کا گروہ مستحقِ التفات نہیں۔ یہاں تک کہ اگر وہ قرونِ وسط کے ڈکٹیٹر بن جائیں تو وہ اس گروہ کو ہلاک کر دیں۔

10۔ تعلیم نسواں

عورتوں کی تعلیم سب سے زیادہ محتاج توجہ ہے عورت حقیقت میں تمام تمدن کی جڑ ہے مرد کی تعلیم ایک فرد کی تعلیم ہے مگر عورت کو تعلیم دینا حقیقت میں تمام خاندان کو تعلیم دینا ہے۔

11۔ جدو جہد

مخالف قوتوں سے ہرگز نہ ڈرو۔ اس سے جدو جہد جاری رکھو کیونکہ جدو جہد ہی میں زندگی کا راز مضمر ہے۔

12۔ انسان کا مثالی تصور اور تعلیم کی اہمیت

انسان کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ دنیا کے لئے اس کا وجود زینت کا باعث ہو اور جیسا کہ ایک یونانی شاعر کہتا ہے کہ اس کے ہر فعل میں ایک قسم کی روشنی ہو جس کی کرنیں اوروں پر پڑ کے ان کو دیانتداری اور صلح کاری کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا سبق دیں اس ہمدردی کا دائرہ دن بدن وسیع ہونا چاہیے۔

اشاریہ

1 انجمن حمائتِ اسلام کے تعلیمی عزائم، مقالات اقبال صفحہ 212

2 روز گارِ فقیر جلد اوّل صفحہ 147

3 بچوں کی تعلیم و تربیت مخزن جنوری 1902

4 خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس لاہور 21 مارچ 1931

5 تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، ترجمہ سید نذیر نیازی

8 خط بنام نیاز ا[illegible] اقبال نامہ

9 یادِ ایام روزنامچہ خوجہ عبدالوحید جریدہ شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی

10 ہماری قومی زندگی (مضمون) اکتوبر 1904

11 آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نام پیغام، انقلاب 9 اکتوبر 1937

12 بچوں کی تعلیم و تربیت مخزن جنوری 1902

باب نہم

اقبال اور اقبال

اشاریہ

1 انجمن حمائتِ اسلام کے تعلیمی عزائم، مقالات اقبال صفحہ 212

2 روزگارِ فقیر جلد اوّل صفحہ 147

3 بچوں کی تعلیم و تربیت مخزن جنوری 1902

4 خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس لاہور 21 مارچ 1931

5 تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، ترجمہ سید نذیر نیازی

8 خط بنام نیاز احمد اقبال نامہ

9 یادِ ایام روز نامچہ خوجہ عبدالوحید جریدہ شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی

10 ہماری قومی زندگی (مضمون) اکتوبر 1904

11 آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نام پیغام، انقلاب 9 اکتوبر 1937

12 بچوں کی تعلیم و تربیت مخزن جنوری 1902

باب نہم

اقبال اور اقبال

اقبال اور اقبال

اگر چہ اقبال درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے مگر ان کا دربارِ عوام ہر کس و ناکس کے لئے کھلا رہتا تھا۔ یہاں علماء اکرام، صوفیاء مجذوب، طلباء، اساتذہ، سیاستدان، شعراء، اقبال کے شاگردوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ اور اقبال حکمت کے موتی بکھیرتے رہتے تھے۔ مگر اقبال دراصل ایک صوفی مفکر، ولی اور اسلامی امہ کے ''جمال الدین افغانی'' تھے۔ مگر اندر سے اقبال چار دیواری میں گوشہ عافیت جان کر علم وفکر کے جام چڑھا کر مدہوش رہتا تھا۔ اس کی بھرپور شعری اور سیاسی زندگی کا متحدہ ہندوستان میں شور تھا۔ مگر ان کے دل کے اندر جو شور تھا وہ کسی کو سنائی نہیں دیتا تھا وہ فارغ ہو کر قرآن کو پڑھتے اور غور و فکر کرتے۔ ان کی آخری خواہش قرآن کی تفسیر لکھنا اور ایک کتاب Islam as I under stood it تھیں۔ مگر وقت کی کمی اور رفیقہ حیات کی بیماری نے مہلت نہ دی۔

(مرتب)

1۔عزلت نشین

اقبال عزلت نشین ہیں اوراس طوفان بدتمیزی کے زمانے میں گھر کی چاردیواری کوکشتی نوح سمجھتا ہے دنیا اور اہل دنیا کے ساتھ تھوڑا سا تعلق ضرورت ہے مگر محض اس وجہ سے روٹی کمانے کی مجبوری ہے۔

2۔درویشانہ زندگی

میں کوئی امیرانہ زندگی کا عادی نہیں بہترین مسلمانوں نے سادہ اور درویشانہ زندگی بسر کی ہے۔ضرورت سے زیادہ کی ہوس کرنا روپیہ کا لالچ ہے جوکسی طرح بھی کسی مسلمان کے شایان شان نہیں ہے۔

3۔میرے خیال میں

وہ خیالات جومیری روح کی گہرائیوں میں ایک طوفان برپا کئے ہوئے ہیں عوام پر ظاہر ہوں تو مجھے یقینِ واثق ہے کہ میری موت کے بعد میری پرستش ہو گی۔

4۔ماضی حال اور مستقبل

میں ان لوگوں سے نہیں ہوں جوصرف اپنے ماضی سے محبت کرتے ہیں میں تو مستقبل کا معتقد ہوں مگر ماضی کی ضرورت مجھے اس لئے ہے کہ میں حال کو سمجھوں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ سرچشمہ تہذیب وشائستگی کو سمجھنا جائے۔تاکہ معلوم ہو سکے کہ آج دنیائے اسلام میں کیا ہورہا ہے۔

5۔واعظِ قرآن

واعظِ قرآن بننے کی اہلیت تو مجھ میں نہیں ہے ہاں اس کا مطالعہ سے اپنا اطمینان (خاطر) روز بروز ترقی کرتا جا رہا ہے۔گو علمی حالت کے اعتبار سے بہت سست عنصر واقع ہوا ہوں

6۔منافقت سے دور

لوگ ریا کاری سے عقیدت رکھتے ہیں اوراس کا احترام کرتے ہیں میں ایک بے ریا زندگی بسر کرتا ہوں اور منافقت سے کوسوں دور ہوں۔اگر ریا کاری منافقت ہی میرے لئے وجہ حصولِ احترام وعقیدت ہوسکتی ہے تو خدا کرے میں اس دنیا سے ایسا بےتعلق اور بے گانہ ہو جاؤں کہ میرے لئے ایک بھی آنسو اشکبار اور ایک بھی زبان نوحہ خواں نہ ہو۔

8۔سیاستدان

میں ملک کی سیاست میں فرقہ وارانہ مناقشات میں حصہ لینے کے لئے شامل نہ ہوا تھا بلکہ محض اس لئے کہ ہندوستان کے آئندہ نظامِ سیاسی میں مسلمانوں کی حیثیت واضح کردوں اور یہ ظاہر کردوں کہ اس ملک کے سیاسی ارتقا میں حصہ لیتے ہوئے مسلمانوں کو دوسری اقوام ہند میں مدغم نہ ہو جانا چاہیے۔اُنہوں نے اس پر اصرار کیا کہ میں نے اس کے سوا گول میز کانفرنس کی کسی کاروائی میں حصہ نہیں لیا۔

9۔ضمیر کی آواز

آپ کے دوست ضرور آپ کے ہم خیال ہونگے۔مگر اقبال فنڈ قائم کرنا جس میں میرے ضمیر کی آواز بھی شامل ہے درست نہیں۔مسلمان غریب قوم ہیں باوجودیکہ اس غریبی کے گذشتہ دس بارہ سال میں ایک کروڑ سے زیادہ چندوں میں دے چکے ہیں۔

10۔زندگی تنہائی کی

میں لاہور کے ہجوم میں رہتا ہوں مگر زندگی تنہائی کی بسر کرتا ہوں مشاغل ضروری سے فارغ ہوا تو قرآن یا عالم تخیل میں قرون اولیٰ کی سیر کی مگر خیال کیجیے جس زمانے کا تخیل اس قدر حسین وجمیل وروح افزاء ہو وہ زمانہ خود کیسا ہوگا۔

11۔دوشخصیات

میرے قالب میں بیک وقت دو شخصیتیں ہیں بیرونی شخصیت نہائت عملی اور کاروباری قسم کی ہے اندرونی شخصیت تخیل،تصوف اور تصور کا پیکر ہے۔

12۔تقلید

میں نے اپنی پرائیوٹ اور پبلک زندگی میں کبھی کسی دوسرے شخص کے ضمیر کی پیروی نہیں کی ایسے وقت میں جب قوم کے اہم ترین مفادات کی بازی لگی ہے میں اس آدمی کو اسلام اور انسانیت کا غدار سمجھتا ہوں جو دوسروں کے ضمیر کی پیروی کرتا ہے۔

اشاریہ

1 خط بنام مولانا شوکت علی، اقبال نامہ حصہ دوئم

2 خط بنام سید راس مسعود، اقبال نامہ حصہ دوئم

3 خط بنام عطیہ بیگم، اقبال نامہ حصہ دوئم

4 اقبال کا سیاسی کارنامہ صفحہ 159

5 انقلاب، 3 نومبر 1929، اقبال نامہ حصہ دوئم

6 خط بنام اکبر الہ آبادی، اقبال نامہ حصہ دوئم

7 خط بنام عطیہ بیگم، اقبال نامہ حصہ دوئم

8 یادِ ایام خواجہ عبدالوحید جریدہ کراچی یونیورسٹی

9 خط بنام خاں نیاز الدین خاں، 25 جون 1923

10 ایضاً، 20 مارچ 1917

11 ذکرِ اقبال عبدالمجید سالک صفحہ 49

12 اقبال کا سیاسی کارنامہ، صفحہ 159

باب دہم

پیشن گوئیاں

اقبال کی پیشن گوئیاں

اقبال ایک عظیم مفکر تھے۔ جو فکر کے سمندر میں ڈوب کر عشقِ خدا اور حبِ رسول میں کے جذبے سے سرشار ہو کر اسلام خصوصاً ہندی مسلمانوں کے مستقبل کے متعلق ارشاد فرمایا کرتے ہیں۔ اسے ہم پیشن گوئیاں بھی کہہ سکتے ہیں اقبال کو خود بھی اس امر کا احساس تھا دوسری گول میز کانفرنس میں شمولیت کے لئے اقبال 1931ء میں انگلستان گئے۔ تو ان کے اعزاز میں وہاں کچھ تقریبات ہوئیں اپنی مادر علمی کیمبرج کی ایک تقریب میں انہوں نے اپنے زمانہ طالب علمی کا ذکر کرتے ہوئے کہا

''میں نے آج سے پچیس برس پیشتر اس تہذیب کی خرابیاں دیکھی تھیں تو اس کے انجام کے متعلق بعض پیشن گوئیاں کی تھیں۔ اگر چہ میں خود بھی ان کا مطلب نہ سمجھتا تھا۔ یہ 1907ء کی بات ہے اس کے چھ سال بعد یعنی 1914ء میری پیشن گوئیاں حرف بحرف پوری ہوگئی''۔

(مرتب)

1۔رقابت

افسوس ہے کہ پنجاب میں ہندو مسلمانوں کی رقابت بلکہ عداوت بہت ترقی پر ہے۔اگر یہی حالت رہی تو آئندہ تیس سال میں دونوں قوموں کی زندگی مشکل ہو جائے گی۔

2۔مایوسی

ذاتی طور پر ہندوستان کے مستقبل سے نہائت مایوس ہو رہا ہوں بمبئی کے فسادات نے جو ابھی تک فرو نہیں ہو رہے مجھے بے حد پریشان کر رکھا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ ہندوستان میں جمہوریت کا آغاز ایک خون ریزی کی صورت اختیار کرے گا۔اور یہ بدامنی ایسے نتائج پیدا کرے گا۔جو بے حد نا گوار ہونگے بعض لوگوں کی تو یہ رائے ہے کہ ہندوستان اس بے چینی کی وجہ سے کسی نہ کسی کی سوئت استوار ہو جائے گی۔

3۔انقلاب

دنیا کے دل میں انقلاب ہے اس لئے قلوب انسانی اس سے متاثر ہو رہے ہیں اسلام کی عظمت کا زمانہ انشااللہ قریب آرہا ہے۔

4۔ اسلامی تاریخ

اسلامی تاریخ سے میں نے یک سبق حاصل کیا ہے۔ ان کی تاریخ کے نازک موقعوں پر مذہب اسلام ہی نے مسلمانوں کو نجات دلائی ہے۔ مسلمان کبھی اسلام کے آڑے نہیں آئے۔ اگر آج تم اپنے خیالات کو اسلام پر مرکوز کرلو اور اس کے زندگی بخش تخیلات سے مستفید ہو جاؤ۔ تو تم اپنے شیرازہ پریشان کو دوبارہ مجتمع کرلو گے۔ اور اس طرح کھوئی ہوئی ساکھ کو دوبارہ حاصل کرلو گے اور خود کو بالکل فنا ہونے سے بچالو گے۔

5۔ منظّم اسلامی ریاست

مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ اور نہیں تو شمالی مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے بالآخر ایک منظّم اسلامی ریاست قائم کرنا پڑے گی۔ اس تجویز کو سن کر انگریزوں کو پریشان ہونا چاہیے، نہ ہندوؤں کو۔ ہندوستان دنیا میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کر سکے۔

6۔ ایک نہ ایک دن

ایشیائی قومیں یقیناً ایک نہ ایک دن مغرب کے استفادی جبری نظام کے خلاف اٹھ کھڑی ہوں گی۔ جو اس نے (مغرب) ترقی دے رکھا ہے اور مشرق پر جبراً مسلط کر دیا ہے ایشیا کبھی موجودہ مغربی سرمایہ داری اور اس نے غیر مرتب انفرادی نظام کو قبول نہیں کر سکتا۔

اشاریہ

باب یاذدہم

فکر ونظر

فکر و نظر

کسی مفکر، عالم، خدا کے برگزیدہ بندے، نبی اور صوفی کے کسی نہ کسی قول میں آفاقی حقیقت بنیاد ہوتی ہے۔ ہم اکثر اوقات خلیل جبران، ارسطو و دیگر فلسفیوں کے اقوال پڑھ کر علم و ادب و فکر کی دنیا میں پہنچ جاتے ہیں۔ اقبال شاعرِ انسانیت ہونے کے علاوہ مفکر اسلام اور بیسویں صدی کے فلسفی تھے۔ جنہوں نے اسلامی اور غیر اسلامی فلسفیوں کے خیالات سے اتفاق اور اختلاف بھی کیا تھا۔ اور نیا فلسفہ خودی اور تصوف بھی عطا کیا فکر و نظر میں شامل فکر پارے دراصل اقبال کی گہری سوچ، عظیم فلسفیانہ فکر سکالرز اور عام قارئین کے فکر و عمل کی راہیں روشن کرنے کی کوشش ہے۔

(مرتب)

1۔ مصیبت

مصیبت ایک عطیہ خداوندی ہے تا کہ انسان پوری زندگی کا مشاہدہ کر سکے۔

2۔ لامحدودیت

ریاضی دان کے ایک خط میں اتنی رسائی ممکن نہیں لیکن شاعر کا ایک خط مصرع لا محدودیت سے ہم کنار ہو سکتا ہے۔

3۔ تفکر بغیر عمل

فنون شعر و نقاشی کی طرح زندگی بھی تمام تر اظہار ہے تفکر بغیر عمل موت ہے۔

4۔ کاہل دماغ

کاہل دماغ میں پودے کی صلاحیت ہوتی ہے وہ بھی ناچ نہیں سکتا۔

5۔ سچی سیاسی زندگی

سچی سیاسی زندگی کا آغاز حقوق کے مطالبے سے نہیں بلکہ فرائض کی ادائیگی سے ہوتا ہے۔

6۔ تشریح دماغ انسانی

اگر آپ انسانی دماغ کی تشریح و تجزیہ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ وند (Max Wundt) وارڈ، جیمز یا سٹاؤٹ کا رسے رجوع کیجیے انسانی فطرت کے بارے میں بصیرت آپ کو صرف گوئٹے سے مل سکتی ہے۔

7۔تلاشِ دانائی

میں نے اکثر دانائی سے آنکھ مچولی کھیلی ہے۔اُسے ہمیشہ عزم کی چٹان کے پیچھے چھپتے پایا ہے۔

8۔مصیبت کی اخلاقی قدر

کوئی مذہبی نظام مصیبت کی اخلاقی قدر کونظر انداز نہیں کر سکتا۔عیسائیت کے بانیوں کی غلطی یہ تھی کہ انھوں نے سرے سے مصیبت کی حقیقت پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی اور دیگر عوامل کی اخلاقی قدر کو فراموش کر بیٹھے۔تاہم حسین لیکن یک رخے یونانی نصب العین کو پورا کرنے کے لئے یورپی ذہن کو ایسے ہی مذہبی نظام کی ضرورت تھی۔یونانی تصور حیات بقول گوئٹے بہترین تھا لیکن مصیبت کی رنگ آمیزی سے عاری تھا جس کی تلافی عیسائیت سے ہوگئی۔

9۔شعراء اور سیاست دان

قومیں شعراء کے دلوں میں جنم لیتی ہیں اور سیاست دانوں کے ہاتھوں بنتی اور مر جاتی ہیں۔

10۔واحدت وجود

ایک صوفی جب اپنے باطنی واردات کا بیان کرتا ہے تو اسے وحت وجود سے تعبیر کرتا ہے یعنی اس پر یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ذاتِ واحد کائنات کی اصل ہے۔

11۔ پیمانہ

آپ محبت کو منطق کے پیمانے سے ناپنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ اصول ہی غلط ہے محبت منطق سے بالاتر ہے یہاں Higher Logic کی حکومت ہے ارسطو اور مل کی منطق بیکار ہے محبت کیا شے ہے؟ لفظوں کے ذریعے اس کا اظہار بہت مشکل ہے اور محبت کا تجزیہ کرنا اس سے بھی زیادہ مشکل ہے ع ذوق ایں بادہ ندانی بخدا تا نچشی والا معاملہ ہے اس کا تعلق دماغ سے نہیں ہے دل سے ہے۔ اگر آپ کے وضع کردہ اصول کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ جو شخص جس قدر زیادہ متبع رسول ﷺ ہے اسی قدر رسول ﷺ سے زیادہ محبت کرتا ہے یعنی اگر محبت کا معیار اتباع رسول ﷺ قرار دیا جائے تو آپ علم الدین شہید کے بارے میں کیا کہیں گے؟ وہ تو نماز کا بھی پابند نہ تھا اتباع رسول تو بڑی چیز ہے؟

12۔ یاجوج ماجوج

یہ عربی زبان کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ بابلی زبان کے الفاظ گاگ اور میٹ گاگ کا معرب ہیں۔ بابل (عراق) میں دو طبقے آباد تھے۔ ایک وہ جن کے پاس زمین تھی دوسرا وہ جو اس سے محروم تھا۔ جدید اصطلاح میں جاگیردار اور مزدور طبقہ کہہ سکتے ہیں۔

13۔کامیڈی اور ٹریجڈی

دنیا عجیب قسم کی فرضی کامیڈی کا ٹریجڈی پر مبنی انجام ہے جس کی ڈرامہ ایکٹنگ ہم آپ جیسے انسان انجام دے رہے ہیں اس کے ڈائریکٹر کی انسان نوازی پر فخر کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے ڈرامے کی شوٹنگ کے لئے انسان کو مختص فرمایا۔ دنیا میں انسان کی کامیابی و ناکامی کوئی معنی نہیں رکھتی یہ دونوں بے معنی لفظ ہیں اور دونوں میں دنیا کی اکثریت مبتلا ہے۔

14۔گناہ

ہر انسان چھوٹے پیمانے پر ایک خالق ہے اور تخلیقی قوتوں کو ضائع کرنے کا نام گناہ ہے۔

15۔فقر سے

ایک قوم یا فرد کو حالات کی نامساعدت اور بخت کی نارسائی سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیے۔ بے سروسامانی، افلاس اور فقر سے بھی انسان بے انتہا فوائد حاصل کر سکتا ہے۔ ایک مفلس آدمی جس کے پاس چھن جانے کے لئے کچھ نہیں یا جسے کسی مال و متاع کی محبت اپنی طرف نہیں کھینچ سکتی، حق و صداقت کی حمایت میں دلیری اور جرات دکھا سکتا ہے۔

16۔زندگی اورموت

میرے نزدیک زندگی ایک حالت ہے موت بھی ایک حالت جنت اور دوزخ بھی ایک حالت ہے اور حشر نشر بھی اسلام جزو کو ایک Event سمجھتا ہے یہ حد Process یونانیوں کا تصور اعداد کے متعلق Demarcation کا تھا۔موجودہ تصور Relation کا ہے۔سورہ کہف والی آیت یونانی تصور کورد کرتی ہے۔

17۔اشیاء کی حقیقت

مکان و زمان اشیاء کی حقیقت انسان سے پوشیدہ ہے ہر انسان کے دل میں ایک ہوس ہوتی ہے ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے نظامِ عالم کی حقیقت معلوم ہو جائے۔ یہود کا سوال لن نومن حتیٰ نری اللہ جھرۃ (ہم خدا پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ اسے عیاناً نہ دیکھ لیں) اس ہوس کا نتیجہ تھا۔

18۔گناہ اور شیطان

وہ چیز جسے ہم گناہ سے تعبیر کرتے ہیں اس کا ذمہ دار کون ہے کیا شیطان؟ لیکن مجھے تو یہ گوارہ نہیں کہ اپنے گناہوں کی ذمہ داری شیطان پر رکھوں۔شیطان کے وجود کا تقاضا تو ہے کہ ہم گناہوں سے بچیں، گناہوں سے بچیں گے تو ہم پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔شیطان بھی گناہوں کی ذم داری انسان پر ہی ڈالتا ہے شیطان بھی تو گناہوں سے بیزار رہتا ہے۔

19۔نصب العین

جب تک کوئی قوم اپنے نصب العین پر قائم رہتی ہے۔اپنی روایات کو زندہ رکھتی ہے اور اپنے اصل الاصول سے پیچھے نہیں ہٹتی عوام بے راہرو نہیں ہونے پاتے ،خواص ان کی راہنمائی کرتے ہیں قوم کے وجود ملی کو تقویت پہنچتی ہے اور اپنی ترقی اور کامرانی کی منزلوں میں بامید وہ اعتماد آگے بڑھتی ہے ۔ بلکہ دوسروں کو بھی اپنی طرف کھینچتی ہے۔

20۔تحریکیں

اقوام کی زندگی تحریکوں سے ہے تحریکیں ہیں تو قومیں بھی زندہ ہیں وہ زندگی کا تقاضوں کو سمجھتی اور ان کے پیشِ نظر مختلف سمتوں میں قدم اٹھاتی ہیں۔یوں ان کے مستقبل کا رخ متعین ہوجاتا ہے۔تحریک جب ہی تحریک ہے کہ اس سے قوم کی وحدت میں فرق نہ آئے۔ بلکہ جس انداز سے بھی آگے بڑھے اس سے حیاتِ ملی کو تقویت ملے۔افراد سمجھیں کہ کوئی منزل ہے جو ان کے سامنے ہے اور جس کو انہیں طے کرنا ہے۔

21۔انقلاب

اقوامِ مشرق کو یہ محسوس کر لینا چاہیے کہ اندگی اپنے حوالے سے کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں کرسکتی ۔ جب تک اس کی اندرونی گہرائیوں میں انقلاب نہ ہو۔اور کوئی نئی دنیا خارجی وجود اختیار نہیں کرسکتی جب تک اس کا وجود پہلے انسانوں کے ضمیر میں متشکل نہ ہو۔

22۔ سیاست

سیاست کو قوم سے وہی نسبت ہے جو جسم سے جان کو، سیاست زندگی ہے، سیاست آزادی ہے، اقدام ہے، سیاست کے معنی ہیں حیات ملی کا شعور، سیاست سے مدعا ہے اس نصب العین کی جدوجہد جس سے ہمارا مستقبل وابستہ ہے۔

اشاریہ

1 بیاضِ اقبال، Stray Reflections مطبوعہ باراول مرے کالج میگزین سیالکوٹ۔شمارہ اگست،ستمبر،اکتوبر 1916

2 ایضاً

3 ایضاً

4 ایضاً

5 ایضاً

6 ایضاً

7 ایضاً

8 ایضاً

9 ایضاً

10 اقبال کے بعض ملفوضات، یوسف سلیم چشتی، اقبال ریویو جولائی 1964

11 ایضاً

12 ایضاً

13 خط بنام ڈاکٹر عباس علی

14 روائت عاشق حسین بٹالوی، شیرازہ

15 یادِایام، خواجہ عبدالوحید، جریدہ کراچی

16 اقبال روزنامہ مہر میں

17 زمیندار لاہور 2 اپریل 1927

18 اقبال کے حضور، سید نذیر نیازی 21 مارچ 1938

19 ایضاً

20 ایضاً

21 دیباچہ پیام مشرق

22 اقبال کے حضور، سید نذیر نیازی

کتابیات

فروغِ اقبال ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی

یادِ ایام روزنامچہ خواجہ عبدالوحید جریدہ کراچی یونیورسٹی

فیضانِ اقبال شورش کاشمیری

موضاعاتِ فکرِ اقبال پروفیسر سمیع اللہ قریشی

اقبال کے حضور (جلد اول) سید نذیر نیازی

روز گارِ فقیر (جلد اول و دوئم) فقیر سید وحید الدین

فکرِ اقبال کا عمرانی مطالعہ ڈاکٹر صدیق جاوید

ملفوظات محمود نظامی

مکتوباتِ اقبال سید نذیر نیازی

حرفِ اقبال لطیف احمد شیروانی

ملفوظات سید سعید اللہ

اقبال روزنامچہ مہر میں غلام رسول میر

انوارِ اقبال رفیع الدین ہاشمی

خطباتِ تشکیل جدید الہیات ترجمہ سید نذیر نیازی

علامہ اقبال کی تحریریں، تقریریں اور بیانات مترجم ڈاکٹر اقبال احمد صدیقی

ملفوظات میاں بشیر احمد

نفاسِ اقبال مرتب شیما مجید

اقبال اور تصوف — پروفیسر محمد فرہان

اقبال کی شخصیت اور شاعری — پروفیسر حمید احمد خاں

ملفوظات — پروفیسر حمید احمد خاں

اقبال کے بعض ملفوظات — یوسف سلیم چشتی

گفتارِ اقبال — محمد رفیق افضل

قبل شناسی کی گمشدہ کڑیاں — محمد عبداللہ قریشی

اقبال کی شناسی کے زاویے — مرتبہ ڈاکٹر سلیم اختر

اقبال شناسی اور مرے کالج میگزین — مرتبہ خواجہ اعجاز احمد بٹ

اقبال نامہ (خطوط) — جلد اول و دوئم مرتبہ شیخ عطااللہ

ذکر اقبال — عبدالمجید سالک

ملفوظاتِ عرش — عرش

مقالاتِ اقبال — مرتبہ سید عبدالواحد

ملفوظات — عابد علی عابد

ملفوظات — حفیظ ہوشیار پوری

شذراتِ اقبال — مترجم ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی

تقاریرِ اقبال — لطیف شیروانی

رسائل واخبارات

1۔مرے کالج کا میگزین،اگست ستمبر 1916

2۔انقلاب،فائل 1931

3۔وکیل امرتسر،1916

4۔رسالہ طریقت،اگست 1914

5۔زمیندار،1913 کی فائل

6۔ماہنامہ مخزن،1902

پروفیسر ڈاکٹر محمد امین طارق
سابق چیئرمین شعبۂ اقبالیات
گورنمنٹ مرے کالج سیالکوٹ

خواجہ اعجاز احمد بٹ ۔ اقبال شناس

ما مست الستیم بیک جرعہ چو منصور
اندیشۂ فتوائے سرِ دار نداریم

مولانا روم کا یہ شعر رومی و اقبال کے مطالعے کے دوران کئی بار نظر سے گزرا مگر جب پروفیسر خواجہ اعجاز احمد بٹ کے مضامینِ فلاسفہ نظر سے گزرے جہاں منصور حلاّج کے بارے میں معاملاتِ عشق کا بیان کرتے ہیں تو شعر مذکور کے کئی معنی ذہن میں وارد ہوئے۔ بٹ صاحب کا یہ جملہ تو ذہن سے چپک کر رہ گیا کہ ''عاشق نے اپنی نمازِ عشق ادا کرنے کے لیے اپنے خون سے وضو کیا۔'' پروفیسر اعجاز ''اقبال و حلاّج'' کے بارے میں افکارِ فلسفیانہ لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''حلاج نے ہمیشہ خدا کے ماوراء ہونے ہی پر زور دیا ہے اور خدا و انسان کا رشتہ خالق و مخلوق اور بعد میں عاشق و معشوق کا رشتہ قرار دیا۔ بعد ازاں اس کی تشریح شیخ اکبر کے تصوّرات کے مطابق کی گئی جو اقبال کو قطعاً پسند نہ تھے اور انہوں نے حلاّج کے بہاؤ کو بے پناہ وجودیت قرار دیتے ہوئے اسے اپنشدوں کی روح میں برہمی یعنی انا الحق کی پکار کا نام دیا۔ پروفیسر صاحب اس ضمن میں زبورِ عجم کے درج ذیل اشعار پیش کرتے ہیں۔

دگر از شنکر و منصور کم گوئے خدارا ہم براہِ خویشتن جوئے

بخود گم بہرِ تحقیقِ خودی شو انالحق گوئے و صدیقِ خودی شو

بات اقبالؒ کے فلسفہ خودی کی شروع ہوئی ہے تو اس ضمن میں پروفیسر اعجاز لکھتے ہیں کہ اقبالؒ کے نزدیک جملہ موجودات کی اصل ایک باشعور قوتِ تخلیق ہے جسے وہ انتہائی خودی (ULTIMATE EGO) کہتے ہیں۔

پیکرِ ہستی ز آثارِ خودی است
ہر چہ می بینی ز اسرارِ خودی است

پروفیسر اعجاز اپنے ایک مقالے ''اقبالؒ اور خودی'' میں رائے ظاہر کرتے ہیں کہ اقبالؒ کے نزدیک انتہائی خودی کو قرآنِ پاک میں ایک مکمل شخصیت تصوّر کیا گیا اور اس کی انفرادیت کو واضح کرنے کی غرض سے اس کو ''اللہ'' کا مخصوص نام دے کر اس کی تعریف کی گئی ہے۔ پروفیسر اعجاز اقبالؒ کی انتہائی خودی کے چار اوصاف بتاتے ہیں۔ خالقیت، علیت، ابدیت اور قدرتِ مطلقہ۔ مزید بیان کرتے ہیں کہ کائنات کی زندگی کی اعلیٰ ترین تخلیق انسان ہے جو ذی حیات اشیاء میں افضل درجہ رکھتا ہے جو جسمانی و روحانی اعتبار سے وہ ایک مرکوز انفرادیت ہے۔ انسانی منزل کی انتہائی منزل پر پہنچ کر زندگی کا مرکز ''خودی'' ہو جاتا ہے اور اس خودیٔ ادنیٰ کا جوں جوں تعلق خودیٔ اولیٰ سے مستحکم ہو جاتا ہے خودی کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

پروفیسر اعجاز کی نظر میں افکارِ اقبالؒ جابہ جا عیاں نظر آتے ہیں۔ گویا اقبال شناسی انہیں وہبی طور پر ودیعت ہوئی ہے۔ اقبالؒ کے نظریۂ وقت کے بیان میں لکھتے ہیں کہ خودی اپنے وجود کو برقرار رکھنے کی متمنی ہے اور اس کے لیے وہ بازیابی کا طریقہ اختیار کرتی ہے چونکہ وہ ایک زمانی عمل ہے اور موت کی تلوار اس کے سر پر ہمیشہ لٹکتی ہے لہٰذا وہ انفرادی بقاء کے بجائے اجتماعی بقاء کے حصول کے لیے سرگرمِ عمل ہوتی ہے۔ اقبال کے نزدیک شجرِ ابدیت کا ثمر ممنوعہ کھانے کے معنی جنسی شعور بیدار کرنے

ے ہیں اور یہی جنسی شعور بازیابی کے ذریعے موت کا مقابلہ کرتا ہے تاکہ وقت پر اپنی گرفت مضبوط رکھ سکے۔

ہوا جب اسے سامنا موت کا　　کٹھن تھا بڑا تھامنا موت کا
گل اس شاخ سے ٹوٹتے بھی رہے　　اسی شاخ سے پھوٹتے بھی رہے

پروفیسر اعجاز کے نزدیک موت جہاں ایک نسل کو ختم کرتی ہے تو زندگی ایک دوسری نسل مہیا کرلیتی ہے۔

پروفیسر اعجاز اُردو ادبیات کے استاد ہونے کے ساتھ ہی ساتھ ادبیاتِ انگریزی کے بھی استاد ہیں۔ گورنمنٹ مرے کالج سیالکوٹ میں کئی عشروں کو محیط عرصے تک ایم۔اے انگریزی اور ایم۔اے اُردو کے طلباء وطالبات کی ادبی تشنگیوں کو سیراب کرتے رہے۔ فلسفہ پر نظر اور افکارِ فلاسفہ پر موازناتی تحقیق انہیں ہم عصروں اور ہم سروں میں امتیازی حیثیت بخشتی ہے۔ افکارِ اقبالؒ کے موضوع پر مرے کالج میگزین کے اقبالؒ نمبر میں یوں رقمطراز ہیں کہ اقبالؒ کا مشہور فلسفۂ خودی دراصل اثباتِ حیات کا فلسفہ ہے۔ کانٹ کے تصوّرات کے جس حصہ پر زور دے کر شوپنہار نے اپنے منفی فلسفہ کی تشکیل کی تھی نطشے نے اسی پر ایک مثبت فلسفہ کا ڈول ڈالا۔ اقبالؒ نے یورپ کی اس چنگاری کو نہ صرف مفید مطلب جانا بلکہ اپنی فطرت کے عین مطابق بھی۔ ماضی کے آئینے میں جھانکا تو اسلام جیسے وسیع تر اخلاقی مذہب میں اس کا جواز پایا۔ اس سے آج تک کون انکار کرسکتا ہے کہ اقبالؒ اسلام تک ایک دُور دراز راستے سے پہنچے ہیں۔

پروفیسر اعجاز کی نظر جہاں عمیق تر فلسفے پر ہے ان کی تحریریں تاریخ عالم کا احاطہ کرتی نظر آتی ہیں۔ اپنے ایک مضمون ''غلامی سے آزادی تک'' میں فرماتے ہیں کہ ضربِ کلیمی کے ظہور کے لیے طلسمِ سامری کا وجود ضروری ہے۔ خیر کے ظہور کے

لیے شر کی فسوں کاری بھی ضروری ہے۔ ایک غلام قوم کے فرد ہونے کی حیثیت سے اقبالؒ کا ذہن فلسفۂ خودی کے لیے جبلی طور پر تیار تھا۔ وہ شدید احساسِ قوت جسے اقبالؒ نے بعد کو جمالی کیفیتوں سے تعبیر کیا ہے، دراصل ایک زبردست انفرادی ذہن میں اجتماعی بے بسی کا ایک زبردست ردِعمل ہے اور یہ ردِعمل اس جمود اور تعطل کی پیداوار تھا جسے اقبالؒ نے ہمارے زوال کا واحد سبب مانا ہے۔

یومِ اقبالؒ کی ایک تقریب میں اقبالؒ منزل میں ایک تقریر کے دوران پروفیسر صاحب اقبالؒ کے ایک اور پہلو کی جانب اشارہ کرتے ہیں کہ جدید نفسیات کے نقطۂ نظر سے اقبالؒ نے انسانی جبلت کے صرف ایک پہلو کو حقیقت مان کر اس پر اپنے فلسفہ کی تشکیل کی ہے۔ تحفظِ ذات کی جبلت انسانی سرشت کی سب سے بڑی حقیقت سہی، لیکن صرف واحد حقیقت نہیں۔ شعلۂ حیات کے استحکام کے لیے منفی اور مثبت روئیں کچھ اس طرح چلتی ہیں کہ دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ بٹ صاحب انسانی سیرت کی ساخت پرداخت میں نفی و اثبات، خودی و بیخودی، خارجیت و داخلیت، لطافت و کثافت، خیر و شر اور جبر و قدر کچھ اس طرح گھلے ملے نظر آتے ہیں کہ کسی ایک کو حقیقتِ کلی نہیں مانا جا سکتا۔

پروفیسر اعجاز سے میری ملاقات اسی تقریب یومِ اقبالؒ میں ہوئی۔ مَیں مرے کالج میں فرسٹ ائیر کا طالب علم تھا اور پروفیسر صاحب ایم۔ اے انگریزی کر رہے تھے۔ ان کے ہم جماعتوں میں عبدالقیوم، اقبال منہاس، امجد ورک، حمیدہ رضوی جیسے ادیب و شاعر موجود تھے۔ بٹ صاحب نے ایک ادبی حلقہ ترتیب دیا جس کی باقاعدہ نشست کالج کینٹین کے لان میں روزانہ مقرر تھی۔ میری ان سے بھی یاد اللہ اسی زمانے میں ہوئی اور یہ جان کر کہ یہ موصوف علامہ اقبالؒ کے محلے دار ہیں اور مَیں بھی، عقیدت بڑھ گئی۔

انہوں نے مرے کالج میں پہلی بار نیاز مندانِ اقبالؒ کی تشکیل کی اور اس کی نشستوں میں اقبالؒ پر تحقیق وتنقید کا کام شروع ہوا۔ ایک روز فرمایا کہ گوتم بدھ کی منفی تعلیمات کا طریقِ معرفت گیان تھا جبکہ اقبالؒ کے اثباتِ حیات کے فلسفہ کا طریق وجدان ہے۔ گوتم بدھ نے بھی من ہی میں ڈوب کر حقیقت کا عرفان حاصل کیا تھا اور اقبالؒ بھی من ہی میں ڈوب کر سُراغِ زندگی پا لیتے ہیں۔ میری ناقص عقل میں اس تفاوت کا عقدہ حل نہ ہوا تو مَیں نے پروفیسر اعجاز سے استفسار کیا تو وہ بولے کہ حقیقت یہ ہے کہ من میں ڈوب کر انسان نکھر تو سکتا ہے مگر بدل نہیں سکتا اور اس کی توجیہہ میں انہوں نے نفسیات کے جدید انکشافات بھی فرمائے۔

پروفیسر موصوف کی نظر نفسیات پر بھی ہے۔ اقبالؒ شناسی کے ضمن میں اپنے ایک مقالے ''فرائیڈ اور اقبال'' میں لکھتے ہیں کہ فرائیڈ نے پچھلی صدی کے آغاز میں ایک جنسی آسیب کھڑا کیا تھا لیکن جدید نفسیات نے اس کا پول بھی کھول دیا۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ اجتماعی فلسفہ کی تنظیم نہ تو جنس پر ہو سکتی ہے اور نہ بھوک پر۔ نہ ہوسِ قوت پر ہو سکتی ہے اور نہ سوزِ آرزو پر۔ اس قسم کے باطنی تجربات فرد کی زندگی کو ممکن ہے نئے سرے سے غسل دے سکیں لیکن ان کی تعظیم کرنا انسانی ذہن کی وحدت کو جھٹلانا ہو گا۔ رہی شاعرانہ آب ورنگ کی بات تو وہ دونوں کا عطا کیا جا سکتا ہے۔ اگر تحفظِ خودی کا سلسلہ ''انا'' میں یا ''خود'' سے ملایا جا سکتا ہے تو جنس بھی دنیا کی پُر اسرار عظمتوں کی حامل کہی جا سکتی ہے۔

پروفیسر اعجاز ''فلسفہ اقبالؒ کا نفسیاتی مفہوم'' میں لکھتے ہیں کہ اقبالؒ کے فلسفۂ خودی کے نفسیاتی مفہوم کی توضیح کی جائے تو ان کے ذہن کے بعض گوشوں پر روشنی پڑے گی لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون سا راستہ صحیح ہے۔ نفسیات سے الٰہیات کی طرف یا الٰہیات سے نفسیات کی طرف؟ جو بھی ہو طلسمِ بود وعدم'' کا

جواز جدید نفسیات میں تلاش کرنا مقصود بھی نہیں مگر اس کی اہمیت کی جانب اپنی جگہ مسلّم ہے۔ کوئی بھی نظامِ فکر جس کی بنیاد الٰہیات پر ہو اس وقت تک متشکل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا بنانے والا رائج الوقت سائنٹیفک معلومات سے پورا فائدہ نہ اُٹھائے۔ انسان، کی تعمیر میں منفی و مثبت دونوں رویئیں یا غالب کی زبان میں تعمیر و تخریب کی دونوں صورتیں مضمر ہوتی ہیں۔ اس کا غم، اس کا ذوقِ فنا، اس کی مرگِ آرزو اتنی ہی حقیقی ہے جتنی کہ اس کی خودنمائی اور امید و جستجو۔ ثبات کا تصور صرف ایک منفی پس منظر کے ساتھ ذہن نشین ہو سکتا ہے۔ حیات و ممات دو پہلو رکھنے والی ایک ہی حقیقت ہے۔ شوپنہار کے فلسفہ کی بڑی خامی یہ ہے کہ وہ اپنے منفی تصوراتِ حیات کی سیرابی وجدان سے کرتا ہے۔ اقبالؒ بھی خودی کے گوہرِ یکتا کا وجدان ہی کے ذریعہ احاطہ کرتے ہیں۔ گویا وجدان کے لیے بھی ایک مثبت مفروضہ ضروری ہے۔

پروفیسر اعجاز ''اقبالؒ کے ہاں حیاتِ شاہینی'' کے عنوان سے اپنے ایک مقالے میں یوں رقمطراز ہیں کہ ان مابعد الطبیعیاتی اور مذہبی تصورات سے قطع نظر اقبالؒ کے فلسفہ میں حیات کا شاہینی تصور پیش کیا گیا وہ باوجود کوشش کے ایک شاہانہ اخلاق کی تخلیق کرتا ہے جو یقیناً اخلاقِ الٰہی سے مختلف ہے جو اصول بن سکتا ہے ذوق نہیں کیونکہ یہاں حلولِ باشعور نہیں ملتا۔

پروفیسر اعجاز ''اقبالؒ کا تصورِ عشق'' میں یوں بیان کرتے ہیں کہ اقبال کا عشق اُردو اور فارسی شعراء کے روایتی تصورِ عشق سے یکسر مختلف ہے۔ وہ اس عشق کی تعلیم ہرگز نہیں دیتے جس کے باعث عزتِ سادات گنوا بیٹھنے کا اندیشہ ہو۔ اقبالؒ روایتی شاعر کی طرح آہ و نالہ و فریاد نہیں کرتے بلکہ عشق کا ترانہ گاتے ہیں۔ ان کے نزدیک عشق وہ دھیمی دھیمی آنچ نہیں جس کی تپش سے زندگی شمع ساں فنا کی طرف بڑھتی ہے بلکہ وہ دہکتا ہوا الاؤ ہے جس میں پڑ کر زندگی کندن سا جگمگاتا ہوا روپ اختیار کر

لیتی ہے اور رمزِ بقاء سے آگاہی حاصل کرتی ہے۔ عشق ان کے ہاں ارتقائے حیات کا راہنما ہے۔ اقبالؒ صوفیاء کے اس نظریہ عشق کے خلاف ہیں جس میں وصالِ محبوب اور مکمل سپردگی یا فنا ہم معنی ہو کر رہ جاتے ہیں کیونکہ یہ تو نفی خودی کی علامت ہے۔

پروفیسر اعجاز ایم۔اے اُردو کے طلباء و طالبات سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کائنات کی بنیادی حقیقت تغیر ہے۔ دنیا کی ہر شے عارضی اور گزراں ہے۔کوئی چیز پائیدار نہیں۔ ہم ایک دریا میں دو دفعہ پاؤں نہیں ڈال سکتے کیونکہ دریا کا پانی ہر لحہ نیا ہوتا ہے اور جس پانی کے بہاؤ میں ہمارے پاؤں پہلی دفعہ آشنا ہوئے تھے دوسری دفعہ ہمارے پاؤں ڈالنے پر وہ پانی وہاں نہیں ہوگا بلکہ پانی کا پہلا ریلا بہاؤ میں سفر کر گیا ہوگا اور اس کی جگہ ہر لحظہ آنے والے نئے پانی نے لے لی ہوگی۔ یہ بات اقبالؒ کی نظم ''حقیقتِ حُسن'' کے ضمن میں ہو رہی تھی۔

پروفیسر صاحب فقرِ مومن کی تشریح میں بیان کرتے ہیں کہ فقر کے دو عناصرِ ترکیبی ہیں۔ اولاً ذکر یعنی اپنے نصب العین سے ایسی شدید محبت کہ وہ ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہے جیسا ارشادِ خداوندی ہے کہ ذاکر ہر حال میں ہر وقت اللہ کو یاد کرتا رہتا ہے ثانیاً فکر، جس کے معنی کائنات کی تخلیق اور بناوٹ کے بارے میں غور کرنا مراد ہیں۔ جس کے سبب فقیر کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس کائنات کی تخلیق و انصرام کی ذمہ دار کوئی علیم و حکیم ہستی ہے اور پھر وہ جذبہ جو مومن کو اسی ہستی کو اپنی زندگی کا محور اور افکار کا مرکز بنانے پر مجبور کرتا ہے اسے عشق کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اقبالؒ کے نزدیک جب تک عشق سے آدابِ خود آگاہی نہ سیکھے جائیں، علاموں پر اسرارِ شہنشاہی نہیں کھل سکتے اور آدابِ خود آگاہی سیکھنے کے لیے ریاضت کی ضرورت ہے۔ اس عقیدے کو عقیدۂ مشائین کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔ اقبالؒ اشراقی عقائد کو قبول نہیں کرتے۔ اشراقی صوفیاء کا قول ہے کہ سعادت بزورِ بازو حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ مرتبۂ بلند خدا کی دین یا عطا ہے وہ جسے چاہے، جب چاہے اور جتنا چاہے نواز دے۔ اس

کے برخلاف مشائین کا عقیدہ ہے کہ انسان کے دِل میں ذوق و شوق ودیعت کیا گیا ہے جس کے سبب وہ قربِ خداوندی حاصل کر سکتا ہے۔ یہی نظریات اقبالؒ کے ہاں تلمیحات کا رُوپ اختیار کرتے ہیں۔

اِقبال شناختی کے لیے شہرِ اقبالؒ ہی کی ماہر اقبالیات اور اقبال شناختی شخصیت کے فرمودات سے فیض حاصل کیا جائے تو اقبالؒ شناسی کی راہ پر خار میں آبلہ پائی نسبتاً آسان ہو کر حریر و پرنیاں کا سفر ثابت ہو جاتی ہے اور یہ اقبالؒ شناس شہرِ اقبالؒ کی ایک منفرد ادبی شخصیت، ڈرامہ نگاری، افسانہ نگاری اور افسانچہ نگاری میں بُت شکن، شاعری کی سنگلاخ چٹانوں کا فرہاد، تاریخ دان و تذکرہ نویس، ماضی، حال اور مستقبل کا نبض شناس، ادبی حلقوں اور تقریبات کی روح رواں ہستی، ہر دلعزیز استادِ بے بدل، یاروں کا یار، مخلص و باوفا اور باصفا ساتھی، مرے کالج کی پہلی اور دوسری صدی کا سنگھم پروفیسر خواجہ اعجاز احمد بٹ ہی ہے اور میرے اس مقالے کا محرک و مرکز بھی کہ ان کے بعد ؎

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا تری محفل میں
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لیے

☆☆☆

اقبال شناسی کا جہانِ فن

شہر اقبال کے باسی خواجہ اعجاز احمد بٹ نہایت ہی متحرک اور فعال لکھاری کی حیثیت سے معروف بھی ہیں اور اُردو ادب میں اپنا مقام بھی رکھتے ہیں خصوصی طور پر انہوں نے اقبالیات اور اقبال شناسی کے شعبے میں جو تحقیقی وتنقیدی کام کیا ہے اور لائقِ تحسین بھی اور قابلِ تقلید بھی اس تناظر میں میرے نزدیک علامہ اقبال کے ہم وطن ہونے اور اس سرزمین کا رزق کھانے کی بدولت حقِ نمک ادا کیا ہے کہ وہ کسی نہ کسی حوالے سے علامہ اقبال کو یاد کرتے رہتے ہیں اور یوں وہ اس قرض کا کفارہ ادا کررہے ہیں جو بحیثیتِ پاکستانی ادیب ان کا فرض بھی ہے اور وہ اسے گذشتہ چالیس برسوں سے بخوبی نبھائے چلے جارہے ہیں اور ان کے ہاں جو تسلسل ہے وہ بڑی اہمیت اور افادیت کا حامل ہے اس لئے بھی کہ اُنہوں اقبال شناسی ایک جہانِ فن آباد کررکھا ہے جس کا عملی ثبوت ان کی تازہ کتاب "افکارِ اقبال" ہے اور اس میں انہوں نے جو ابواب بندی کی ہے ان سے ان کی علمیت اور اقبال فہمی کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔

باب اول: خدا، اسلام، مسلمان اور عالم اِسلام

باب دوم: ماضی کے لوگ، ہم عصر اور ادبی راہنما

باب سوئم: جمہوریت اور سیاست

باب چہارم: تصوف

باب پنجم: خودی

باب ششم: شاعر نہیں ہوں میں

باب ہفتم: ہاں۔ پاکستان

باب ہشتم: علم، معلم اور تعلیم

باب نہم: اقبال اور اقبال

باب دہم: پیشین گوئیاں

باب یازدہم: فکر و نظر

کتابیات

میں نے یہ تفصیل بغیر کسی مقصد کے نہیں لکھی اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں چاول کا ایک دانہ چکھ کر دیگ کے ذائقے کا اندازہ لگانے والوں کی کمی نہیں اور پھر ہمارے دانشوروں کا حال یہ ہے کہ اصل کتاب پڑھے بغیر ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات میں سیر حاصل تبصرہ فرماتے ہیں اور مبصر کی حیثیت سے اس طرح گفتگو کرتے ہیں جیسے اُنہوں نے کتاب کا ایک ایک لفظ پڑھا ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ بس انٹرنیٹ کی سہولت کی حد تک ہے یوں کتاب کو کون ہاتھ لگاتا ہے اور پھر مواد کی فراہمی کے لئے کون لائبریری کی خاک چھانتا ہے مگر خواجہ اعجاز احمد بٹ کا اعجاز اور کمال یہ ہے کہ اُنہوں نے اس موضوع سے متعلق کتابوں کو صرف دیکھا نہیں بلکہ پڑھا بھی ہے اور ان کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ جو ایک خاصے کی چیز ہے اور اسکی تفصیل یوں ہے

1۔ کتب کا اشاریہ 23 کتب

2 کتابیات 18 کتب

3 اقبال کے بعض ملفوظات 13 کتب

4 رسائل اور اخبارات 6

(روز نامہ انقلاب اور روز نامہ زمیندار کی فائلیں)

اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ خواجہ اعجاز احمد بٹ نے "افکارِ اقبالؒ" کو مستند حوالوں کے ساتھ تحریری شکل میں لائے ہیں اور اہ ان کی محنت اوز ریاضت کے عملی ثبوت کے لیے کافی ہے۔ اس حوالے سے ابواب بندی کے لحاظ سے انہوں نے جس طرح افکارِ اقبالؒ کا جائزہ لیا ہے وہ ان کی تنقیدی اُپج اور تخلیقی صلاحیت اور تحقیقی مزاج کی عکاسی کرتا ہے میں یہاں اقتباس دینے سے جان بوجھ کر گریز کر رہا ہوں اور یوں آپ کو دعوتِ مکالمہ دیتا ہوں کہ آپ افکارِ اقبال کا سرسری نہیں بلکہ تفصیلی مطالعہ کریں اور شاعر مشرق اور مفکرِ اسلام علامہ اقبالؒ کے خیالات اور ان کی سوچ وفکر کا بھرپور اندازہ لگا سکیں اور نشستن، گفتن اور برخاستن والی صورتِ حال سے گریز کریں اور یوں خواجہ اعجاز احمد بٹ کی اقبال فہمی اور ان کی محنت اور ریاضت کی داد دیں جنہوں نے نہایت ہی آسان پیرائے میں آپ کو نہ صرف علامہ اقبالؒ کے تصورات ونظریات کو سمجھنے کا بھرپور موقع دیا ہے بلکہ آپ کے علم میں بھی اضافہ کی ہے۔

خواجہ اعجاز احمد بٹ کے "اعجازِفن" کے دو تین نمونے پیش ہیں تا کہ ان کی تخلیقی فعالیت کا اندازہ ہو سکے۔

"اقبال کی شاعری میں جو پیغام پوشیدہ ہے اسے عام کرنے کی ضرورت ہے وہ اسلام کا احیاء چاہتے ہیں ان کے خیال میں غیر اسلامی رسومات، روایات اور خیالات کو اسلامی دھارے میں چھپایا جا رہا ہے اسے ختم کر دیا جائے تو اسلام کی عظمت رفتہ واپس آسکتی ہے۔ عالم اِسلام کی حالت پر ان کا دل دُکھی ہے وہ اسلام کی انفرادیت اور برتری کے داعی ہیں وہ کہتے ہیں "دنیا کا مذہب جماعتی اور تحفظ میں مصروف رہا صرف اسلام نے ساری کائنات اور انسانیت کے مفاد پر نظر ڈالی۔

"تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ان کے سیاسی زوال کے اوقات میں ہوا۔ حکومت کے عروج کے زمانہ میں اسلام نہیں پھیلا"

"آج کل تعلیم زیادہ ہے مگر علم نہیں۔ پہلے زمانے میں علم زیادہ تھا اور تعلیم کم"

"معلم حقیقت میں قوم کے محافظ ہیں...... معلموں ہی کے علم کا سچا عشق پیدا ہوتا ہے اس میں تمدنی اور سیاسی برتری مخفی ہے جس سے قومیں معراجِ کمال تک پہنچتی ہیں"

"میں نے اکثر دانائی سے آنکھ مچولی کھیلی ہے اسے ہمیشہ عزم کی چٹان کے پیچھے پیچھے پایا ہے"

سیاست کو قوم سے وہی نسبت ہے جو جسم و جان کو، سیاست زندگی ہے سیاست آزادی ہے اقدام ہے سیاست کے معنی ہیں حیاتِ کاملی شعور، سیاست کے مدعا ہے اس نصب العین کی جدوجہد جس سے ہمارا مستقبل وابستہ ہے"

"ہر انسان چھوٹے پیمانے پر ایک خالق ہے اور تخلیقی قوتوں کو ضائع کرنے کا نام

گناہ ہے"

"قومیں شعراء کے دلوں میں جنم لیتی ہیں اور سیاست دانوں کے ہاتھوں بنتی اور مرجاتی ہیں"

محولہ بالا اقتباسات سے اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ خواجہ اعجاز احمد بٹ نے کتنی محنت سے افکارِ اقبالؒ کے موتی چن کر ہمارے مطالعے کے لئے پیش کئے ہیں اور یوں فکرِ اقبالؒ کو عام کرنے کی بھرپور کاوش کی ہے اور یہ کریڈٹ ان کو جاتا ہے کہ اُنہوں نے اقبالؒ فہمی میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے لمحہ موجود میں میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور افکارِ اقبالؒ کا کھلے ذہن اور جاگتی آنکھوں و روشن دماغی سے استقبال کرتا ہوں اور اقبالیات سے دلچسپی رکھنے والوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اسے ایک بار مطالعہ ضرور کریں تاکہ اقبالؒ کی فکر کو سمجھنے میں آسانی میسر آجائے۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی
ڈین آف اسلامک اینڈ اوزٹیٹل لرننگ
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد
۹ جولائی ۲۰۱۳ء



خواجہ اعجاز احمد بٹ 2 جنوری 1942ء کو شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبالa کے محلے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام محمد حسین بٹ تھا۔ ان کے خاندان میں زیادہ تر لوگ بلڈر تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اسلامیہ پرائمری سکول اڈہ پسروریاں، میٹرک، اسلامیہ ہائی سکول اڈہ شہباز خاں، ایف ایس سی 1957ء میں مرے کالج سے اور بی اے جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ سے کیا، بی اے میں ضلع بھر میں اوّل آ کر نمایاں کامیابی حاصل کی۔ ایم اے سیاسیات، ایم اے انگلش اور ایم اے اُردو پنجاب یونیورسٹی سے پاس کر کے 1965ء میں معروف شاعر اصغر سودائی کے کہنے پر جناح اسلامیہ کالج میں بطور لیکچرار ان انگلش ملازمت کا آغاز کیا۔ گیارہ سال جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں انگریزی کی تعلیم دینے کے بعد ترقی پا کر مرے کالج سیالکوٹ چلے گئے۔ یہاں 26 سال تک انگریزی میں بطور پروفیسر اور دس سال بطور چیئرمین شعبہ انگریزی جبکہ مرے کالج کی ملازمت کے دوران چیئرمین شعبہ انگریزی ڈین آف پوسٹ گریجویٹ کلاسز اور وائس پرنسپل کے فرائض سرانجام دیے اور 2002ء میں ریٹائر ہوئے۔ انہوں نے ہزاروں طلبا اور طالبات کو علم و ادب کے زیور سے آراستہ کیا۔ مولوی میر حسن کے بعد یہ دوسرے استاد ہیں جن کی ادبی و تعلیمی خدمات پر کتب تحریر کی گئیں۔ ان میں خواجہ اعجاز احمد بٹ فن شخصیت اور خدمات، مرتب امانت اللہ چوہدری، مطالعات اعجاز، مرتب امانت اللہ چوہدری، Prof. Ijaz Butt as Legend، مرتب پروفیسر لیلیٰ شیرازی اور انٹرویوز اعجاز بٹ، مرتب ڈاکٹر اصغر یعقوب شامل ہیں۔ ان کی کتب اقبال اور مرے کالج یادیں، اقبال اور سیالکوٹ، افکارِ اقبال، اقبال شناسی اور مرے کالج میگزین، سکالہ میں اقبال شناسی، اقبال بحیثیت ماہر تعلیم (انگریزی)، اقبال اور اٹلی (انگریزی)، اقبالیات میں حوالہ کا کام دیتی ہیں۔

پروفیسر لیلیٰ شیرازی

facebook
book corner showroom
website
www.bookcorner.com.pk
email
info@bookcorner.com.pk

بک کارنر
جہلم۔ پاکستان

Rs. 380.00